وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝
اور ہم نے آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا



معرفتِ مقامِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مقصد حیات

(بار دوم)

تالیف

سید محمد محسن قادری

زیر سرپرستی

صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

معرفتِ مقامِ مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مؤلف:

سید محمد محسن قادری

زیرِ سرپرستی:

حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	:	معرفتِ مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
مؤلف	:	سید محمد محسن قادری
باراوّل	:	ستمبر 2024ء
باردوم	:	ستمبر 2025ء

ملنے کا پتہ:

B-622 بلاک 13 فیڈرل ’بی‘ ایریا، کراچی۔

فون نمبر: 0302-8580975

واٹس اپ نمبر: 0333-2193515

انتساب

سردارِ اولیاء

محبوبِ سُبحانی، قطبِ ربّانی، میراں محی الدین

حضرت **شیخ عبدالقادر جیلانی** رضی اللہ عنہ

کے نام

جن کے بے پایاں عنایات اور روحانی توجہ کے طفیل

اس کارِ سعید کی توفیق نصیب ہوئی۔

سید محمد محسن قادری

بمصطفیؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی، تمام بولہبی است

(علامہ اقبال - ارمغانِ حجاز)

(تو اپنے آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس تک پہنچا کہ اُن کی ذاتِ مبارکہ ہی دین ہے۔ اگر تُو اُن تک نہیں پہنچتا تو پھر تیرے سارے اعمال بولہبی کے سوا کچھ بھی نہیں)۔

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معرفت مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقصد حیات

سبب تالیف

اللہ رب العزت کا بے حد شکر و احسان ہے کہ جس کی دی ہوئی توفیق سے تاجدار کائنات فخر موجودات نور مجسم رحمت عالم شفیع معظم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف میں چند کلمات اس کتاب میں شائع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

مخلوق کا مقصدِ تخلیق معرفتِ خداوندی ہے، وہ قرآنِ کریم میں سورہ الذاریات کی آیت " وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ " سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے " لِيَعۡبُدُوۡنِ " کی تفسیر "لیعرِفُونی" کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کے پیدا کرنے کا مقصد بیان فرمایا ہے کہ میں نے انسان اور جنات کو اپنی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیثِ قدسی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت اور پہچان کا ہی حکم دیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے: میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میری پہچان ہو۔ کشف الخفاء، حرف الکاف، جلد:2، صفحہ:121، رقم:2014

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا چاہے تو وہ کیا کرے؟ یقیناً اسے قرآن سے ہی رہنمائی لینی چاہیے کہ وہ اللہ کو کیسے پہچان سکتا ہے اور اس کی معرفت کیسے حاصل ہو سکتی ہے تو اس کے لیے ہمیں اللہ رب العزت کی ذاتِ مبارکہ کی دلیل کی معرفت حاصل کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات مبارکہ کو اپنی ذات کی دلیل کے طور پر اس دنیا میں بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (النساء، 174:4) ''اے لوگو! بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی ﷺ کی صورت میں ذاتِ حق جل مجدہٗ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیلِ قاطع آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف (اسی کے ساتھ قرآن کی صورت میں) واضح اور روشن نُور (بھی) اتار دیا ہے''

دلیل جتنی شان وعظمت والی ہوگی اس کی اسی قدر رب کی شان وعظمت کی معرفت حاصل ہوگی اور اسی معرفت کا حصول مقصد حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دلیل بے عیب ہے جو اس میں نقص نکالے تو وہ گویا اللہ میں نقص نکالتا ہے معاذ اللہ۔ اور اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی صفات کو اتنا جامع کیا کہ قیامت کے دن کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ اے اللہ چونکہ دلیل کمزور تھی اس واسطے ہمیں تیرا پتہ نہ چل سکا چونکہ گواہ میں کمی تھی اس واسطے ہم تجھے پہچان نہیں سکے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی دلیل اور اپنے گواہ کو اتنی جامعیت دی، اتنا حسن و جمال دیا، اتنا علم دیا، اتنا کمال دیا اتنا تصرف و اختیار دیا کہ جو شخص بھی عادل مزاج ہو کر ان کے چہرہ پرنور کو دیکھتا ہے اسے یقیناً رسالت کے قرب سے معرفت خداوندی کا تحفہ میسر آ جاتا ہے۔
آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع ہی اللہ پاک کی اتباع ہے اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق اور محبت کرتے ہیں دراصل وہ اللہ سے عشق اور محبت ہے۔ پس جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی معرفت حاصل کرتے ہیں وہی اللہ کی معرفت ہے، جو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان ہے وہی اللہ تعالیٰ کی پہچان ہے اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپکی معرفت حاصل کی اس نے حق دیکھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ مَنْ رَآنِي فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ۔ (حدیث البخاری فی الصحیح،)

ترجمہ: **جس نے مجھے دیکھا تو یقیناً اُس نے حق کو دیکھا۔**

ایمان اور عقیدہ کی خرابی کی بنیادی وجہ جو قرآن کریم میں بیان ہوئی وہ انبیاء کرام کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے۔ یہی گمراہی کی پہلی سیڑھی ہے جس سے انسان کے عقائد ونظریات باطل ہوجاتے اس کے سارے اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں اور انسان کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے مختلف مقامات پر پچھلی امتوں کی تباہی و بربادی کی وجہ بیان کی کہ وہ اپنے زمانے کے نبی کو اپنے جیسا بشر سمجھتے جس وجہ سے ایمان ان کے دلوں میں داخل نہ ہوسکا اور اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا۔ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا۔ "نہیں دیکھتے ہم تم کو مگر اپنی مثل ایک بشر۔" حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: مَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۔"اور تو یہی ایک بشر ہے ہماری مثل۔" حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا: وَمَا اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ یہ بس تمہیں جیسا آدمی ہے وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو"۔ سورۃ المؤمنون 33۔ قوم عاد و ثمود پر عذاب: "یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے تھے تو وہ کہا کرتے تھے کہ کیا آدمی ہم کو راہ دکھائیں گے پس انہوں نے انکار کیا اور منہ موڑ لیا"۔ سورۂ تغابُن 6

اور جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے تو کفار مکہ اور منافقین نے آپ کے بارے میں کہا: هَلْ هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ "سُورۃ انبیاء"۔ "اُن کے دل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مَشوَرَت کی کہ یہ کون ہیں ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر"

اللہ تعالیٰ نے ان کا راز فاش کردیا اور بیان فرمادیا کہ وہ رسولِ کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ

وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بارے میں یوں کہتے ہیں کہ یہ تمہارے جیسے ایک آدمی ہی تو ہیں۔ (خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۳، ۳ / ۲۷۱) یہ کفار کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کردی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہ لائے گا۔تو معلوم ہوا کہ گمراہی اور بدعقیدگی کی پہلی سیڑھی نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اوپر قیاس کرنا اور اپنے جیسا بشر سمجھنا۔مذکورہ آیات سے یہ حقیقت خوب آشکارا ہوجاتی ہے کہ انبیاءکو بشر کہنا کفار کا طریقہ رہا ہے۔تو یہ کتنی بڑی عاقبت نااندیشی ہوگی کہ کفار کا طریقہ اپنایا جائے اور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ القاب کے ہوتے ہوئے بشر یا بھائی کہا جائے۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح طور پر صحابہ کرام کو فرمادیا کہ کوئی بھی تم میں سے میری مثل نہیں ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: **حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہینے کے آخر میں سحری افطاری کے بغیر مسلسل روزے رکھنے شروع کردیے تو بعض دیگر لوگوں نے بھی وصال کے روزے رکھے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ رمضان کا مہینہ میرے لیے اور لمبا ہوجاتا تو میں مزید وصال کے روزے رکھتا تاکہ متشدد لوگ اپنا تشدد چھوڑ دیتے (یعنی میری برابری کرنے والے میری برابری کرنا چھوڑ دیتے)۔ میں قطعاً تمہاری مثل نہیں ہوں۔ مجھے تو میرا رب (اپنے ہاں) کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔**(البخاري في الصحيح، كتاب: التمني، باب: مايجوز من اللو 6 / 2645، الرقم: 6814)

افسوس لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اوپر قیاس کیا اور اپنے جیسا بشر سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت مقام ومرتبے کو نہ سمجھا اور انکار کیا۔ابلیس پر تو مکمل ایمان ہے کے وہ آج تک زندہ ہے، ہر جگہ پہنچ بھی جاتا ہے پوری دنیا میں گمراہی پھیلا سکتا ہے۔کوئی نیک کام کرے تو اسے خبر بھی ہوجاتی اور بہکانے پہنچ جاتا ہے تو ابلیس شیطان کی طاقت و اختیارات اور اس کی حیات پر پورا ایمان ہے جو اللہ کا سب سے بڑا دشمن ہے۔مگر افسوس جو

حبیب رب العالمین ہیں جن کے لیے اللہ نے کائنات بنائی جن کو مختار کل بنایا ان کی شان تصرف واختیار پر لوگ شک کرتے ہیں۔

قبر میں مقامِ مصطفی ﷺ پوچھا جائے گا: مرنے کے بعد قبر میں **مسلمان سے ایک ہی سوال ہوگا** جو حضور ﷺ کے بارے میں ہے کہ ان کے بارے میں کیا عقیدہ تھا؟ اعمال وغیرہ سب بعد میں دیکھے جائیں گے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیحین میں ان تین سوالوں والی روایت نقل نہیں کی۔ صحیحین میں درج روایت کے مطابق **قبر میں ایک ہی سوال ہوگا** اور وہ یہ کہ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''جب بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس پلٹ جاتے ہیں تو وہ میت واپس جانے والوں کے جوتوں کی آہٹ کو بھی سنتی ہے۔ اس کے بعد اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تو اس ہستی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں **کیا کہا کرتا تھا**''۔ (بخاری، الصحیح، 1:462، الرقم: 1308)

قبر میں جب چہرہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے ہوگا تو انکار کی مجال نہ ہوگی، لہٰذا اس وقت کا ماننا قبول نہ ہوگا بلکہ پوچھا جائے گا کہ بتا زندگی بھر ان کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ جب میرے مصطفی کے تذکرے پڑھتا یا سنتا تھا تو تیرا چہرہ کھل اُٹھتا تھا یا تو تکلیف محسوس کرتا تھا؟ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وہ عقیدہ پوچھا جائے گا جو اِس دنیا میں اس نے اختیار کیے رکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو قبر میں آزمایا جائے گا۔

فَأَمَّا فِتْنَةُ الْقَبْرِ فَبِيْ تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّيْ تُسْئَلُوْنَ.

یعنی قبر کی آزمائش یہ ہے کہ صرف میری ذات اور میری شان کے بارے میں تمہیں آزمایا

جائے گا اور میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (احمد بن حنبل، المسند، 139:6، الرقم: 25133)

یہ روایت اس امر پر نصِ صریح ہے کہ قبر میں جو آزمائش ہوگی اس کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے ہے۔

اس کتاب کا مقصد یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے لیے اللہ رب العالمین نے یہ بزمِ کائنات سجائی، جن کا فرشتے قبر میں ہر مسلمان سے سوال کریں گے جن کے لیے میدان محشر سجے گا کہ جس روز ساری امتیں ایک ایک نبی کے پاس مدد مانگنے جائیں گی مگر کہیں سے کچھ نہیں ملے گا یہاں تک کہ سب حضور اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونگے اور اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شفاعت عظمٰی عطا فرمائے گا اس مقدس ہستی کی شان وعظمت جو قرآن و حدیث میں بیان ہوئی ان میں سے چند باتیں بیان کی جائیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عشق ومحبت اور ادب وتعظیم کی انتہا پر روشنی ڈالی جائے تاکہ پتہ چلے کہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیا مقام مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کیا۔ **یہی ہمارا مقصد حیات ہے۔**

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہِ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

دعا ہے اللہ رب العزت ہمارے دلوں کو پاک کر کے اس میں اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ڈال دے صحابہ کرام کی طرح عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت حاصل ہو اللہ ہمیں حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

سید محمد محسن قادری

محبت ۔سبب تخلیق کائنات

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ عَزَّ وَجَلَّ اپنے محبوب بندوں کی شان میں فرمایا کہ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ میں ان سے محبت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

یہ محبت عجیب وغریب چیز ہے اگر یہ نہ ہوتی تو ظہورِ کائنات نہ ہوتا حدیثِ قدسی میں آیا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ فرماتے ہیں کہ کُنْتُ کَنْزًا مخفیاً ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خَلْقًا میں ایک مخفی خزانہ تھا پس مجھے محبت ہوگئی تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ پہچانا جاؤں گا تو کائنات کی ابتداء کائنات کی تخلیق کا موجب محبت ہے۔اور یہ محبت ایک ایسا جذبہ ہے ایک ایسی دولت ہے کہ اگر یہ پاس ہے تو سب کچھ ہے اور اگر یہ پاس نہیں تو کچھ نہیں۔ساری دنیا کی نعمتیں ہو اور اگر محبت نہ ہو تو سب بیکار اور محبت پاس ہے مال و دولت میں سے کچھ پاس نہیں تو سمجھ لیں سب کچھ ہے۔لاکھ نماز روزہ حج زکواۃ ہو محبت نہ ہو تو اعمال بیکار ہیں۔ اور محبت ہے عمل میں زیادتی نہیں ہے عمل میں کمی ہے تو سب قبول اور بیڑہ پار۔ یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے قول وفعل سے ثابت ہے جو آگے اوراق میں بیان کی گئیں ہیں۔

محبت سے ہی زندگی میں رنگ ہے محبت کے بغیر زندگی بے کیف ہے محبت کے بغیر زندگی ایسے ہے کہ جیسے جسد بلا روح اسی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد، اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں“۔

اگر محبت ہے تو ایمان ہے محبت نہیں تو ایمان ہی نہیں ہے اور یہ ایسی خوبی ہے کہ اگر یہ دل میں آجائے تو انسان کو بدل ڈالتی ہے ساری برائیاں بھلائیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں مولانا روم نے کیا خوب فرمایا

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

اے عشق تو خوش ہو جا کہ تُو نے میرا دل خوش کر دیا اے وہ کہ جو میری ساری علتوں کا سارے امراض کا ساری برائیوں کے واسطے طبیب ہے کہ میرے اندر جو تکبر غرور ریا کاری دکھاوا جتنی بھی خرابیاں ہیں تو ان کے واسطے دوا ہے۔

اے عشق تو میرے واسطے افلاطون اور جالینوس کی طرح ہے تو اگر محبت آجاتی ہے تو خود بخود محبوب کی صفات آنے لگتی ہیں پھر عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے اور اگر محبت نہ ہو تو یہ کھوکھلے اعمال بالکل بیکار ہیں۔

محبت کی ابتداء اللہ کی طرف سے ہے اللہ کو پہلے محبت ہوتی ہے تو پھر بندوں میں اس کی محبت پیدا ہوتی ہے اور جان لیں کہ اللہ کو سب سے زیادہ محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن کی خاطر یہ ساری بزمِ کائنات سجائی گئیں یہ جو اللہ نے فرمایا کہ محبت ہوگئی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آئینے میں اپنا جلوہ دیکھنے سے اللہ کو محبت ہوئی تو اللہ نے چاہا کہ یہ ساری بزمِ عالم سجائی جائے تاکہ اس محبوب کی تعریف ہو لوگ اسے پہچانیں اسے پہچانیں گے تو پھر مجھے پہچانیں گے

اس حدیث کے مضمون کے مطابق مخلوق کا مقصدِ تخلیق معرفتِ خداوندی ہے، قرآنِ

کریم میں سورہ الذ اریات کی آیت " وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ " سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے " لِيَعْبُدُونِ " کی تفسیر لیَعرِفُون کی ہے، یعنی اللہ تعالی نے انسان اور جنات کے پیدا کرنے کا مقصد بیان فرمایا ہے کہ میں نے انسان اور جنات کو اپنی معرفت حاصل کرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور اللہ کی معرفت تب حاصل ہوگی جب اللہ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معرفت حاصل ہو۔

اب اللہ کو کس قدر شدید محبت ہے اس کا اندازہ کرنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ محبت کے تقاضے کیا ہیں محبت کے لوازم کیا ہیں۔ پہلی شرط پہلا تقاضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو جس شے سے محبت کرتا ہے کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے اور اللہ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہے کہ ہمیشہ سے ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مشغول ہے اللہ فرماتا ہے إن الله وملائكته يصلون على النبى

کہ اللہ اوراس کے ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر صلوات بھیجتے رہتے ہیں اور یہ صلوات ہے کیا صلوات ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا اور تعریف تو اللہ اوراس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا اور تعریف مشغول ہیں اور اللہ کو سب سے زیادہ یہی ذکر مرغوب ہے۔ مرغوب ہے تو ہر طرف یہی ذکر گونج رہا ہے

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ

فرش پہ طرفہ دھوم دھام

کان جدھر لگایئے

تیری ہی داستان ہے

تو محبت کی سب سے بڑی دلیل کثرتِ ذکر ہے محبوب کو یاد کرنا محبوب کا تذکرہ کرنا اور محبوب کا تذکرہ سننا۔

دوسری دلیل دوسرا تقاضا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شے سے محبت ہو جاتی ہے انسان اس کے بارے میں بہرا اور اندھا ہو جاتا ہے۔(ابوداؤد حدیث نمبر: 4908)۔ نہ اس کو محبوب کا عیب نظر آتا ہے اور نہ ہی محبوب کے بارے میں کوئی نقص یا برائی سن سکتا ہے اور اللہ کو کیسی محبت ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو بنایا ہی بے عیب۔ **محمد** جس کے معنی سراپا تعریف کے قابل ایک ایسی ذات جس کی ایک تعریف کے بعد دوسری تعریف شروع ہو جائے۔ جو لوگ اس بے عیب رسول ﷺ میں نقص تلاش کرتے ہیں وہ اپنے منہ خود جھوٹے ہیں کیونکہ اللہ نے تو اپنے حبیب مکرم ﷺ کو بے عیب بنایا اور حضور ﷺ کے سامنے آپ کی تعریف میں یہ کہا گیا

خلقتَ مبرأً منْ كلّ عيبٍ

کہ آپ کو اللہ نے آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا

كأنكَ قدْ خلقتَ كما تشاءُ

ایسے بنایا جیسے کہ آپ نے خود چاہا محب محبوب کی کوئی برائی سن نہیں سکتا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شان میں ذرا سی تنقید کی اللہ نے اس کا خود جواب دیا ابولہب نے کہا کہ تب لك اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ آپ تباہ ہو جائیں اللہ نے جواب میں پوری صورت اس کے خلاف اتار دی۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۔ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ۔ کفار نے کہا کہ یہ تو مجنون ہیں اللہ کو گوارا نہ ہوا حضور نے جواب نہ دیا اللہ نے پہلے تین قسمیں اٹھائیں اور پھر اس الزام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور فرمایا۔ اللہ نے فرمایا

کہ نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ

مجھے قسم نون کی مجھے قسم ہے قلم کی اور مجھے قسم لکھے گئے کی

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ

کہ آپ اپنے رب کی نعمت سے ہرگز مجنون نہیں ہیں ۔اللہ ایسے کہہ سکتا تھا کہ آپ مجنون نہیں ہیں ۔لیکن اس سے پہلے اللہ تعالی نے یہ تین قسم اٹھائیں وہ قسمیں کیا ہیں علماء فرماتے ہیں کہ نون سے مراد ہے دوات کہ اس کی شکل دوات کی شیشی کی طرح ہے اور کیونکہ قلم سے جب لکھتے ہیں تو اس کے لئے پہلے دوات اور سیاہی چاہیئے تو اللہ نے دوات کی قسم کھائی قلم کی قسم کھائی اور پھر سارا جو لکھا گیا ہے اس کی قسم کھائی ۔ اور صوفیہ فرماتے ہیں کہ یہاں نون سے مراد ہے ذاتِ باری تعالیٰ اور قلم سے مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ دوات کا ظہور یعنی اس ذات باری تعالیٰ میں جو تھا اس کا ظہور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہوا اور جو کچھ لکھا گیا وہ یہ ساری کائنات ہے اب آپ دیکھیں غور کریں علماء کی تفسیر اور صوفیہ کی تفسیر علماء نے جو فرمائے وہ بھی حق صوفیہ نے جو فرمائے وہ بھی حق صوفیہ نے فرمایا کہ دوات سے قلم کے ذریعے ظہور ہوا لکھا گیا اب جو کچھ بھی لکھا گیا چاہے وہ اچھا ہو یا برا ہو اس کی حقیقت ایک ہے وہ حقیقت کیا ہے سیاہی کیونکہ الفاظ اپنے ظہور سے پہلے سیاہی میں تھے اور سیاہی کا ظہور قلم کے ذریعے الفاظ کی صورت میں ہوا تو یہ ماننا پڑے گا کہ جو کچھ بھی لکھا گیا اس کی حقیقت سیاہی ہے اب صوفیہ فرماتے ہیں کہ ذاتِ باری تعالیٰ میں جو کچھ تھا اس کا ظہور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قلم کے ذریعے ہوا اور وہ اس ساری کائنات کی صورت میں ۔ پتہ چلا کہ کائنات کی صورت میں جو کچھ ہے وہ حقیقتا وہی ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ میں تھا اور ذاتِ باری تعالیٰ کا ظہور اس کائنات کی صورت میں ہوا۔

یہ حقائق اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعظمت بیان کر کے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہیں ۔

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم، توقیر، محبت وادب اللہ کی عبادت سے پہلے ہے

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ط وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا.

’’بے شک ہم نے آپ کو (روزِ قیامت گواہی دینے کے لیے اعمال و احوالِ امت کا) مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بے حد تعظیم وتکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح وشام تسبیح کرو‘‘۔ الفتح، 48:8-9

مذکورہ آیاتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار شانیں بیان فرمائی ہیں:

1. شانِ رسالت
2. شانِ شاہدیت
3. شانِ مبشریت
4. شانِ نذیریت

ان چاروں شانوں میں اللہ رب العزت نے اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بے شک ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک اپنی اُمت کے جمیع اعمال اور احوال کا گواہی دینے والا بنایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کا مشاہدہ فرمائیں اور آپ کو اُن کے تمام اعمال واحوال کی خبر رہے جس کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم قیامت کے دن ان کے بارے گواہی دے سکیں۔ پھر امت میں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کر کے ایمان اور اطاعت کی راہ پر آ جائیں گے، ایسے لوگوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشخبری سنانے والا بنایا اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو رد کر دیا اور نافرمان ہو گئے، ایسے لوگوں کے لیے آپ کو آخرت کے عذاب کا ڈر سنانے والا بنایا ہے۔

اگلی آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان چار شانوں کے ساتھ دنیا میں مبعوث فرمانے کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے امتِ مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے چار احکامات صادر فرمائے:

پہلا حکم یہ دیا کہ تمہارے پاس میرے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد، مبشر اور نذیر کی شان کے ساتھ مبعوث ہو کر اس لیے آئے ہیں تا کہ تم سب اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔

اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار شانوں کے ساتھ مبعوث کرنے کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے دوسرا حکم یہ دیا کہ اِس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال درجہ تعظیم کے ساتھ مدد و نصرت کرو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر عبادت سے بھی پہلے ہے، کیونکہ عبادت کی قبولیت اور روحانی فیض کا دار و مدار ہی محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ادبِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا ہے:

لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا

(الفتح: 9) تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس (رسول) کی مدد اور تعظیم کرو، اور اللہ کی تسبیح بیان کرو صبح و شام۔"

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم (تُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ) کا ذکر اپنی تسبیح (وَتُسَبِّحُوهُ) سے پہلے فرمایا۔ گویا اللہ کی عبادت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر و احترام کو بیان کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، ایمان وعبادت کے بنیادی تقاضوں میں شامل ہے۔

یہاں واضح ہے کہ ایمان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم اور مدد کے بعد تسبیح یعنی عبادت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورہ الحجرات میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

(الحجرات: 2)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان کے ساتھ اونچی آواز میں بات کرو، جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔"

یہ آیت مبارکہ واضح کرتی ہے کہ اگر ادبِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کمی ہو جائے تو بندے کے تمام اعمال ضائع ہو سکتے ہیں، خواہ وہ کتنی ہی عبادات میں مشغول ہو۔ معلوم ہوا کہ محبت ادب تعظیم اور توقیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادات کی روح ہے۔ عبادات سے پہلے ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بتاتے گئے صحابہ کرام مانتے گئے۔ اور جس نے پہلے ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کی اور صرف اللہ پر ایمان لایا اسے منافق کا لقب دیا گیا۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جو شخص علم حاصل کرے اور عبادت کرے لیکن تعظیمِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دل میں نہ ہو، وہ گمراہ ہے۔"

اسی طرح حضرت سلطان باھو رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہر کہ خدمت کردہ اُو مخدوم شد

ہر کہ خود را کم شمرد، آن اُو شد

جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت و ادب اختیار کرتا ہے، وہ مخدوم بن جاتا ہے، اور جو خود کو کم تر سمجھتا ہے، وہی اصل میں بلندی پاتا ہے۔"

پس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر عبادت کی روح ہے، اور اس کے بغیر عبادت بے معنی ہو جاتی ہے۔

جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرے، وہ کامیاب ہے

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (الاعراف:157)

پس وہ لوگ جو نبی پر ایمان لائے، اس کی تعظیم کی، اس کی مدد کی، اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا، وہی لوگ کامیاب ہیں۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ کامیابی ان لوگوں کے لیے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں، اور ان کی اتباع کرتے ہیں۔

نتیجہ- یہ تمام آیات واضح کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم، محبت، اور ادب، ایمان اور کامیابی کے بنیادی اصول ہیں۔ تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف ایمان کی بنیاد ہے بلکہ اس کے بغیر کوئی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب فرمائے اور ان کے ادب و احترام کو ہمارے دلوں میں جاگزیں کرے۔ آمین!

ہر کہ عشقِ مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر دَر گوشۂ دامانِ اوست

ترجمہ:

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق
جس نے اپنا سامان بنالیا یہ بحر و بر اس کے دامن کے کونے میں سما گئے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلانا نماز سے بھی افضل ہے

نماز دین کا ستون ہے۔نماز جنت کی کنجی ہے۔نماز مومن کی معراج ہے۔نماز کے وقت طواف کعبہ تک رک جاتا ہے۔مگر جب* حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں تو نماز چھوڑ کر آنے کا حکم ہے*

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.

*''اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دونوں) کی طرف فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہو جایا کرو۔''

(الانفال:24:8)

لغوی اعتبار سے چاہیے تھا کہ کہا جاتا إذا دَعَوا کُمْ اللہ اور اُس کا رسول (دونوں) تمہیں بلائیں۔مگر یہاں صیغہ واحد "دَعَاکُمْ" استعمال فرمایا۔وہ دو کو ایک کر دیتا ہے اور ضمیر ایک کی استعمال کرتا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ* خدا اور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت بھی ایک ہے* اور خدا و مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استجابت بھی ایک ہے۔

حضرت سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

كُنْتُ أُصَلِّي فَمَرَّ بِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَدَعَانِي فَلَمْ

آتِهِ حَتَّى صَلَّيْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَأْتِيَ أَلَمْ يَقُلِ اللهُ {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ}

''میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میرے پاس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ نے مجھے بلایا لیکن میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو حاضرِ بارگاہ ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: تمہیں میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہوجایا کرو جب رسول تمہیں بلائیں۔''

(بخاری، الصحیح، 4:1704، الرقم: 4370)

امام قرطبی نے اس مقام پر امام شافعی کا فتویٰ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الصلٰوةَ لَا تَبْطُلُ لأَمْرِ رسول الله بلإجابة وإن كانَ فى الصلٰوة.

''جب آقا بلائیں اور نمازی نماز میں ہو تو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں چلے جانے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دھیان

حدیثِ پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ''احسان'' یہ ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کرو، جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو۔۔۔'' اس کا مطلب ہے کہ عبادت کرنے والا اتنی توجہ، دھیان اور خلوص سے عبادت کرے گویا کہ وہ اللہ تعالی کو دیکھ رہا ہے۔ اب آیئے ذرا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نماز کی طرف نظر ڈالتے ہیں کہ ان کا دھیان ان کی نظریں دوران نماز کس طرف تھیں۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں (کسی مسئلہ پر) صلح کرانے تشریف لے گئے، اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: کیا آپ نماز پڑھا دیں گے تاکہ میں اقامت کہوں؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھانا شروع کر دی، دورانِ نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے صفِ اوّل میں جا کر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو متوجہ کرنے کے لیے) تالیاں بجائیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں کسی اور جانب التفات نہیں فرمایا کرتے تھے۔

جب تالیوں کی آواز زیادہ ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں (تو اُنہوں نے اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہنے کا اشارہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں امامت کا حکم دیا ہے۔ اِس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے حتی کہ صفِ اوّل کے برابر آ گئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آگے بڑھ کر امامت کرائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! جب میں نے حکم دیا تھا تو تم مصلّٰی پر کیوں نہیں ٹھہرے رہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے امامت کرائے۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

البخاري في الصحيح، كتاب الأذان، باب من دخل ليؤمّ النّاس فجاء الإمام الأول فتأخّر الأوّل أو لم يتأخر جازت صلاته فيه عائشة عن النبي ﷺ، 1 / 242، الرقم: 652، وأيضًا في أبواب العمل في الصلاة، باب ما يجوز من التسبيح والحمد في الصلاة للرجال، 1 / 402، الرقم: 1143

نماز میں دیدار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نماز کا ایک اور منظر دیکھیے:

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور خادم خاص تھے فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، چنانچہ پیر کے روز لوگ صفیں بنائے نماز ادا کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرہ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور کھڑے کھڑے ہمیں دیکھنے لگے۔ اُس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور قرآن کے اوراق کی طرح معلوم ہوتا تھا، جماعت کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پُر انوار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں تشریف لا رہے ہیں۔ اِس لیے اُنہوں نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ کر صف میں مل جانا چاہا، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز پوری کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ گرا دیا اور اُسی روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔'' یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

البخاری فی الصحیح، کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحقّ بالإمامة، 1 / 240، الرقم: 648ع مسلم فی الصحیح، کتاب الصلاة، 1/316، الرقم: 419

لوگو! صحابہ کرام کی توحید کو بھی دیکھو اور آج اپنی توحید کو بھی دیکھو۔ ہم نے جو توحید گھڑ لی ہے وہ یہ بتاتی ہے کہ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھیان بھی آ جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور صحابہ کی توحید بتاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرف کام کے لیے بھیجیں وہ کام بھی کر آئیں تب بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ تم دھیان پر نماز ٹوٹنے کا اعتراض کرتے ہو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوکری اور کام پر بھی نماز نہیں ٹوٹتی بلکہ کامل ہوتی ہے مقبول ہوتی ہے۔

درود وسلام کے بغیر کوئی نماز نہیں

نماز میں اللہ کے تمام انبیاء اور رسولوں پر اور اس کے نیک بندوں پر سلام بھیجا جاتا ہے ہماری نماز بھی مکمل نہیں ہوتی جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام نہ بھیجا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم پہلے نماز میں یوں کہا کرتے تھے فلاں پر سلام اور نام لیتے تھے۔اور آپس میں ایک شخص دوسرے کو سلام کر لیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا اس طرح کہا کرو۔

التحيات لله والصلوات والطيبات ، السلام عليك أيها النبى ورحمة الله وبركاته ، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين ، أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

یعنی ساری تحیات، بندگیاں اور کوششیں اور اچھی باتیں خاص اللہ ہی کے لیے ہیں اور اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ہم پر سلام ہو اور اللہ کے سب نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں“۔ اگر تم نے یہ پڑھ لیا تو گویا اللہ کے ان تمام صالح بندوں پر سلام پہنچا دیا جو آسمان اور زمین میں ہیں۔ صحيح البخاري

دوسری حدیث میں ہے۔”حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بریدہ! جب تم اپنی نماز میں بیٹھو تو تشھد اور مجھ پر درود بھیجنا کبھی ترک نہ کرو وہ نماز کی زکواۃ ہے اور اللہ کے تمام انبیاء اور رسولوں پر اور اس کے نیک بندوں پر سلام بھیجا کرو۔“

1. دارقطنی، السنن، 1 : 355، رقم : 3، باب ذکر وجوب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 2. ہیثمی، مجمع الزوائد، 2 : 132. دیلمی، مسند الفردوس، 5 : 392، رقم : 8527. مناوی، فیض القدیر، 1 : 327

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کیا ایمان افروز عبارت لکھی ہے فرماتے ہیں:

''(اے نمازی! پہلے) تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کریم شخصیت اور ذاتِ مقدسہ کو اپنے دل میں حاضر کر پھر کہہ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُه. تیری امید اور آرزو اس معاملہ میں مبنی پر صدق و اخلاص ہونی چاہیے کہ تیرا سلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کامل تر جواب سے تجھے نوازتے ہیں۔'' غزالی، اِحیاء علوم الدین، 1:151

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنا محبت وتعظیم کا اظہار ہے:

کھڑے ہو کر قومی ترانہ پڑھنا وطن سے محبت وتعظیم کا اظہار ہے۔ تاہم ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہر محبت پر غالب ہو۔ قرآن میں ارشاد ہے:> "النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ" (سورۃ الاحزاب: 6) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنوں کے لیے ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب اور محبوب ہیں۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے والد، اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔" (بخاری، مسلم)

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ وطن کی محبت اگرچہ عظیم ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس سے کہیں بلند اور افضل ہے، کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ہستی ہیں جن کے ذریعے ہمیں ایمان، وطن، عزت اور نجات ملی۔ لحاظہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھنا میلاد منانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت وتعظیم کا اظہار ہے۔

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ کرام کا بےنظیر و بے مثال انداز

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کے معنیٰ صرف ان کے احکام کی اطاعت کرنا ہیں، اس لیے اس محبت کا الگ سے اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسری طرف، کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ محبت ایک الگ شے ہے اور اس کا الگ سے اظہار ضروری ہے۔ ہم تقریباً 30 مثالوں کا مطالعہ کریں گے (بخاری/مسلم سے) تا کہ صحابہ (رضی اللہ عنہ) کے رویے کو سمجھ سکیں۔ صحابہ (رضی اللہ عنہ) نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لیے اپنی گہری محبت ظاہر کرنے کے لیے مختلف انوکھے عمل کیے، قابلِ ذکر ہے کہ ان طریقوں کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور نہ ہی نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں حکم دیا، لیکن صحابہ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے محبوب کی رضا کے لیے یہ سب کیا۔

صحابہ کرام کی زندگیاں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل و جان سے بڑھ کر چاہتے، ان پر اپنی جان چھڑکتے تھے، محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحابہ کرام نے بےنظیر و بے مثال قربانیاں دے کر دنیا کو بتایا کہ ہر رشتے سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشتہ ہے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے جو عمل کیے محبت کے اظہار میں ان کا نا تو قرآن میں کوئی حکم نا ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ مگر صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے یہ عمل کیے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی بھی اچھا کام کیا جائے تو وہ جائز ہے۔

محبت کیا ہے

محبت ایک قلبی کیفیت ہے اور ایک جذبہ ہے۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ اس چیز کو ہمیشہ یاد کرتا

ہے جس کے ساتھ اس کا لگاؤ کی حد تک گہرا تعلق ہو۔ وہ کسی صورت میں بھی اسے بھلانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اہل محبت کے ہاں یہ عام قاعدہ ہے کہ جس شے سے محبت ہو اسے اٹھتے بیٹھتے یاد کیا جاتا ہے۔ محبوب جس قدر صاحب عظمت وشان اور حسن و جمال کا پیکر ہوگا محب کی زبان پر اسی قدر اس کا ذکر کثرت سے آئے گا۔

صرف اس ذات کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے جس سے شدید محبت ہو۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَن اَحَبَّ شَیاً اَکثَرَ ذِکرَہ۔ "انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر بڑی کثرت سے کرتا ہے۔" (کنز العمال جلد 1 صفحہ 525)

ایمان والوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شدید محبت ہونی لازم ہے۔ اگر نہیں ہے تو اس کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور جس نے حسنین علیہما السلام سے محبت کی اس سے اللہ نے محبت کی

Malik ibn Dinar's statement is"The sign of love of God is continuation of remembering Him because whoever loves anything remembers it a great deal:"

عَلَامَةُ حُبِّ اللهِ دَوَامُ ذِكْرِهِ لِأَنَّ مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ

ذکر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معانی یاد کرنا، یاد تازہ کرنا، کسی شئے کو بار بار ذہن میں لانا، کسی چیز کو دہرانا اور دل وزبان سے یاد کرنا ہیں۔

(ابن منظور، لسان العرب، جلد 4 صفحہ 308، 311)

»لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ « (صحيح البخاری: 15)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والد،

اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اللہ کی خاطر نیک بزرگ شخصیت سے محبت پر اجر وثواب

بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی ہے کہ کسی اللہ والے یا عالم دین کے پاس جمع ہونا اللہ کے لیے نہیں بلکہ اس شخصیت کے لیے ہے۔ یہ غلط فہمی دین سے لاعلمی کے سبب ہے۔ شخصیات کے بغیر دین نامکمل ہے۔ کلمہ طیبہ میں جس شخصیت کا نام ہے وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سب سے افضل عبادت نماز بھی نامکمل ہے اگر مقدس شخصیات پر درود وسلام نا بھیجا جائے۔ حج کے تمام اراکین کسی نا کسی مقدس شخصیت کی ادا اور سنت کا دوہرانا ہے۔

لحاظہ پتا چلا کہ دین اصل میں مقدس نیک اور برگزیدہ شخصیات کی محبت تعظیم عقیدت اور اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے۔

اِنسانی فطرتِ سلیمہ کا تقاضا ہے کہ جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خدمت کی توفیق حاصل ہو جائے تو اس کی شخصیت اور کردار سے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسا پیار ومحبت اور عقیدت و اِحترام شخصیت پرستی کے زُمرے میں نہیں آتا۔ * بلکہ ایسے انسان سے عقیدت ومحبت درحقیقت اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی محبت ہوتی ہے * کیونکہ یہ اُنہی کے پیغام ہی کی برکت ہے کہ جس نے ایک عاجز اِنسان کو اِس قابل بنا ڈالا کہ دنیا کے لاکھوں لوگ اس سے محبت وعقیدت کا دم بھرتے ہیں۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر کسی نیک بزرگ سے محبت اور عقیدت شخصیت پرستی نہیں بلکہ دین کا حکم ہے۔

اللہ خود محبت پیدا فرماتا ہے لوگوں کے دلوں میں نیک بندوں کی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگ اپنی اپنی پسندیدہ دینی شخصیات کے ساتھ جنوں کی حد تک عقیدت اور محبت کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں؟ آیئے! قرآن وسنت کی روشنی میں اس سوال کا جواب تلاش کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا○

(مریم،96:19)

''* بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو (خدائے) رحمن ان کے لیے (لوگوں کے) دلوں میں محبت پیدا فرمادے گا''۔

حافظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''نیک عمل کرنے والے ایمان داروں سے خدا تعالیٰ خود محبت کرتا ہے اور زمین پر بھی ان کی محبت اور مقبولیت اتاری جاتی ہے۔ مومن ان سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ ان کا ذکرِ خیر ہوتا ہے اور ان کی موت کے بعد بھی ان کی بہترین شہرت باقی رہتی ہے۔ ہرم بن حیان کہتے ہیں کہ جو بندہ سچے اور مخلص دل سے اللہ کی طرف جھکتا ہے، اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو اس کی طرف جھکا دیتا ہے۔ وہ اس سے محبت اور پیار کرنے لگتے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے بندہ جو بھلائی و برائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اُڑھا دیتا ہے''۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج:3،ص:35)

جب یہ شخص قربتِ الٰہی کے اس مقام پر پہنچتا ہے تو پھر نہ صرف وہ محبوبِ الٰہی بن جاتا ہے بلکہ اللہ کی مخلوق بھی اُس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ فلاں بندے سے محبت رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آسمانی مخلوق میں ندا دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر زمین والوں (کے دلوں) میں (بھی) اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے"۔ (بخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، 3: 1175، رقم: 3037)

اللہ عزوجل کے لئے خالص محبت کرنے والوں کا اجر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: ٭ میری عظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں، کیونکہ آج میرے سائے کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم، ابن حبان اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **میری خاطر محبت کرنے والوں، میری خاطر مجلسیں قائم کرنے والوں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملنے والوں اور میری خاطر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی۔**

اس حدیث کو امام مالک نے اسنادِ صحیح سے اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لئے ایک دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو بھیج دیا، جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے پوچھا:

کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا: اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔ فرشتے نے پوچھا: کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے جس کی تکمیل مقصود ہے؟ اس نے کہا: اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے محبت ہے۔ تب اس فرشتہ نے کہا کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔''

اس حدیث کو امام مسلم، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اُس کی مخلوق کے محبوب سے اِظہارِ محبت کو شخصیت پرستی کا عنوان دے کر محبت کے پاکیزہ جذبے کو بدنام کرنا کسی طرح بھی درست نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک تو یہ سوچ بذاتِ خود غلط ہے اس لئے کہ اس کی نہ تو کوئی عقلی اور نہ ہی کوئی شرعی توجیہ پیش کی جا سکتی ہے۔

کیا محبت کے بارے میں بات کرنا بے کار ہے؟

اگر نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کا بیان بے فائدہ ہے تو پھر کیوں ہر بڑے محدث نے ایسی احادیث کو اتنی زیادہ اہمیت دی ہے؟ انہوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت، احترام یا برکت سے متعلق احادیث کو بہت زیادہ جگہ دی ہے۔ مثلاً، وہ احادیث جن میں صحابہ نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وضو کا پانی پیا، بخاری کی کئی مختلف ابواب میں دہرائی گئی ہیں۔ دیگر مشہور محدثین کی کتابوں میں بھی یہی معاملہ ہے۔ اگر ہمیں صرف شریعت کے احکام پر توجہ دینی چاہیے تو پھر انہوں نے ان احادیث کو جمع کرنے اور بیان کرنے میں وقت کیوں ضائع کیا؟ مثلاً، بخاری کی یہ حدیث ملاحظہ کریں:

نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ مانگا اور اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو دھویا، پھر پیالے میں ایک گھونٹ پانی ڈال دیا اور ابوموسیٰ اور بلال سے کہا،"اس کا کچھ پیو اور اپنے چہرے اور سینے پر ڈال دو اور خوشخبری پر خوش ہو جاؤ۔"

ظاہر ہے کہ یہ حدیث اسلام کی عمومی تعلیمات (نماز، روزہ، دیگر نیک اعمال وغیرہ) سے متعلق نہیں ہے۔ کیا بخاری نے اس حدیث (اور اس جیسی دیگر احادیث) کو اپنی کتاب کے کئی ابواب میں دہرا کر اپنے وقت اور صفحات کو ضائع کیا؟

حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت اور احترام ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے، اور اس کی کمی کو لاکھوں نیک اعمال بھی پورا نہیں کر سکتے۔ اسی لیے صحابہ کے اعمال میں محبت اور احترام کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، اور یہ تمام اہم حدیث کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔

اب ہم صحابہ کے اعمال سے کچھ ایسی مثالوں کا مطالعہ کریں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے محبت

جب کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے، تو عاشق اپنے محبوب کی دید کو پسند کرتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر اصول ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ آیئے کچھ حدیثیں دیکھتے ہیں تا کہ"دیدار سے محبت" (یعنی زیارت) کو عمل میں دیکھا جا سکے۔

ہر قیمت پر دیدار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب

ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:"میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ محبوب لوگ وہ ہوں گے جو مجھ سے ملنے کی شدت سے

خواہش کریں گے، چاہے اس کے لیے انہیں اپنے خاندان اور دولت کی قیمت بھی چکانی پڑے۔" (مسلم کتاب 40، نمبر 6791 / احمد بن حنبل/ ابن حبان)

صحابی کی اداسی

تفسیر ابن کثیر، سورہ النساء 69:4 کے تحت، کئی حدیثیں بیان کی گئیں (جنہیں طبرانی، ابو نعیم، ہیثمی اور سیوطی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے)۔ آیت میں اعلان ہے: "اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء کے ساتھ۔" اس کی شانِ نزول (وحی کا سبب) یوں بیان کی گئی ہے:

سعید بن جبیر نے کہا، "ایک انصاری مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور وہ اداس نظر آ رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں تمہیں اداس کیوں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں کچھ سوچ رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا سوچ رہے تھے؟ انصاری نے کہا ہم دن رات آپ کے پاس آتے ہیں، آپ کا چہرہ دیکھتے ہیں اور آپ کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ کل آپ انبیاء کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، اور ہم آپ کو نہیں دیکھ پائیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہیں کہا، لیکن بعد میں جب جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے تو انہوں نے یہ آیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انصاری مرد کو خوشخبری دی۔"

صحابی گھر پر انتظار نہیں کر سکے

اسی آیت کے تحت، ابنِ کثیر حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت کرتے ہیں:

ایک صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ مجھے میری اپنی ذات، میرے خاندان اور بچوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ کبھی کبھار، جب میں گھر پر ہوتا

ہوں، آپ کو یاد کرتا ہوں اور جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں، انتظار نہیں کرسکتا۔ جب میں اپنی موت اور آپ کے وِصال کے بارے میں غور کرتا ہوں، تو مجھے معلوم ہے کہ آپ جنت میں داخل ہوں گے اور انبیاء کے ساتھ ہوں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ شاید جنت میں داخل ہونے کے بعد میں آپ کو نہ دیکھ سکوں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ یہ آیت (یعنی سورۃ النساء69:4) نازل ہوئی۔"

صحابی نبی اکرم (ﷺ) کو کیوں نہیں دیکھ سکے؟

یہ عشقِ دیدار کبھی کبھی احترام کے احساس سے مقابلہ کرتا تھا۔ آنکھیں بلا روک ٹوک زیارت کرنا چاہتی تھیں، مگر احترام کی وجہ سے رک جاتی تھیں۔ یہی بات مندرجہ ذیل حدیث میں بیان کی گئی ہے:

حضرت ابنِ شماسہ مہری (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ وہ حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے ملنے گئے جب وہ وفات کے قریب تھے۔ وہ (یعنی حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ)) ایک طویل وقت تک روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف موڑ لیا اور فرمایا: "کبھی بھی میں ان (نبی کریم ﷺ) کے چہرے کو مکمل طور پر دیکھنے کی ہمت نہ کرسکا، اس کی شان وشوکت کی وجہ سے۔ لہٰذا، اگر مجھ سے ان کے خدوخال کی وضاحت کرنے کو کہا جائے تو میں یہ نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے انہیں کبھی مکمل طور پر نہیں دیکھا۔... جب تم مجھے دفن کرو، تو میری قبر کو اچھی طرح سے مٹی سے بھر دینا، پھر اس کے گرد اتنے وقت تک کھڑے رہنا جتنا وقت ایک اونٹ کو ذبح کرنے اور اس کے گوشت کو تقسیم کرنے میں لگتا ہے، تا کہ میں تمہاری رفاقت کا لطف اٹھا سکوں اور (تمہاری صحبت میں) اللہ کے فرشتوں کو جواب دوں، اس کا اطمینان کرسکوں۔"

صحیح مسلم، کتاب 1، حدیث 220 / ابنِ مندا/ ابوعوانہ/ ابنِ سعد/ الحسینی/ المناوی

ایک ضمنی نوٹ کے طور پر، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ وہ اپنی تدفین کے دوران دوسروں کی صحبت سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔ یہ "سماعِ موتی" (یعنی مردوں کا سننا) کے عقیدے پر ان کے ایمان کو ظاہر کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار سب سے خوبصورت

حضرت براء (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد درمیانہ تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ لباس پہنے ہوئے دیکھا، اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی۔" صحیح بخاری، جلد 7، کتاب 72، حدیث 739

یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری حسن اور جاذبیت کو بیان کرتی ہے، جہاں حضرت براء (رضی اللہ عنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرخ لباس میں دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ خوبصورت اور دلکش کچھ نہیں تھا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کے ساتھ محبت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کی ٹھنڈک سے محبت

حضرت جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں: "میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پہلی نماز ادا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اہل خانہ کی طرف تشریف لے گئے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راستے میں کچھ بچے ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کے گالوں پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے گال پر بھی ہاتھ پھیرا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی ٹھنڈک یا خوشبو محسوس کی، جیسے کہ وہ کسی عطر فروش کے خوشبو کے تھیلے سے نکالا گیا ہو۔"

(صحیح مسلم، کتاب 30، حدیث 5758)

یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی شفقت، محبت اور آپ ﷺ کے جسم کی معجزاتی خوشبو کو ظاہر کرتی ہے، جو آپ ﷺ کے لمس سے محسوس کی جاتی تھی۔

حضور ﷺ کے جسم کی نرمی سے محبت

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں: "میں نے کبھی بھی عنبر یا مشک کی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو اللہ کے رسول ﷺ کے جسم کی خوشبو جیسی ہو، اور نہ کبھی کسی ریشم یا کمخواب کو چھوا جو اللہ کے رسول ﷺ کے جسم کی طرح نرم ہو۔"

(صحیح مسلم، کتاب 30، حدیث 5759)

یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک کی خوشبو اور نرمی کی انمول خصوصیات کو بیان کرتی ہے۔ حضرت انس (رضی اللہ عنہ) کے مطابق، نبی کریم ﷺ کا جسمانی حسن و جمال، خوشبو اور لطافت دنیاوی چیزوں سے کہیں بڑھ کر تھی۔

حضور ﷺ کی پسینے کی خوشبو سے محبت

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے گھر تشریف لاتے اور آپ کے جسم پر پسینہ ہوتا تھا۔ میری والدہ (حضرت اُمِّ سُلَیم) ایک بوتل لائیں اور اس میں آپ ﷺ کا پسینہ جمع کرنے لگیں۔ جب اللہ کے رسول ﷺ اٹھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: "امِ سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟"

انہوں نے عرض کیا: "یہ آپ کا پسینہ ہے، جسے ہم اپنے عطر میں ملاتے ہیں اور یہ سب سے خوشبودار عطر بن جاتا ہے۔"

(صحیح مسلم، کتاب 30، حدیث 5761)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے کے انداز کی خوبصورتی سے محبت

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ بہت گورا تھا، اور آپ کے پسینے کے قطرے موتیوں کی مانند چمکتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے تو قدرے آگے جھک کر چلتے۔ صحیح مسلم، کتاب 30، حدیث 5760

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق چیزوں سے محبت

اس پانی کی طلب جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے نکلا

حضرت ابو جحیفہ (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں: "جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا، تو لوگوں نے بچے ہوئے پانی کو لے لیا اور اپنے جسموں پر اسے ملنے لگے (تاکہ برکت حاصل ہو)۔

حضرت ابو موسیٰ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ پانی منگوایا، اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ اس میں دھویا، پھر ایک گھونٹ پانی پیالے میں ڈالا اور ہم دونوں (ابو موسیٰ اور بلال) سے فرمایا "اس میں سے کچھ پی لو اور کچھ اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو اور خوش ہو جاؤ اس خوشخبری پر۔" چنانچہ انہوں نے پینے کے پیالے سے ویسا ہی کیا جیسا کہ حکم دیا گیا تھا۔ حضرت اُمِ سلمہ (رضی اللہ عنہا) نے پردے کے پیچھے سے آواز دی، "اس (پانی) میں سے کچھ اپنی ماں کے لیے بچا کر رکھو۔" تو انہوں نے اس میں سے کچھ ان کے لیے بھی بچا لیا۔"

(صحیح بخاری (10 ابواب میں مذکور، مثلاً جلد 1، کتاب 4، حدیث 187) / صحیح مسلم / ابو یعلی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی کو حاصل کرنے کی خواہش

ابن شہاب (رحمہ اللہ) روایت کرتے ہیں: "محمود بن ربیع، وہ شخص تھے جن کے چہرے پر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں اپنے خاندان کے کنویں سے ایک گھونٹ پانی پھینکا تھا، اور عروہ (حضرت مسور اور دیگر کی روایت سے) جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں، نے کہا: جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے، تو آپ کے صحابہ کرام وضو کے بچے ہوئے پانی کے لیے تقریباً لڑنے کے قریب ہو جاتے تھے۔"

(صحیح بخاری (3 ابواب میں، مثلاً جلد 1، کتاب 4، حدیث 188) / ابنِ حبان/ عبد الرزاق/ احمد بن حنبل/ طبرانی/ بیہقی/ عسقلانی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز ہیں

ابن سیرین (رحمہ اللہ) روایت کرتے ہیں: "میں نے حضرت عبیدہ (رضی اللہ عنہ) سے کہا، میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ بال ہیں جو مجھے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) یا ان کے خاندان سے ملے ہیں۔ حضرت عبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال بھی ہوتا، تو وہ میرے لیے پوری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، اس سے زیادہ قیمتی ہوتا۔"

صحیح بخاری، جلد 1، کتاب 4، حدیث 171 / بیہقی

بے عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پڑھتے ہیں بخاری
آتا ہے بخار ان کو بخاری نہیں آتی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلقہ چیزوں کا احترام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کا احترام

حضرت انس (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں: "میں نے دیکھا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجام سے اپنے بال کٹوائے، تو آپ کے صحابہ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور وہ

شدت سے یہ چاہتے تھے کہ کوئی بھی بال زمین پر نہ گرے، بلکہ ہر بال کسی نہ کسی شخص کے ہاتھ میں آ جائے۔"

صحیح مسلم، کتاب 30، حدیث 5750 / احمد بن حنبل/ دیگر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لعاب دہن کا احترام

حضرت مسور (رضی اللہ عنہ) اور مروان (رضی اللہ عنہ) نے صلح حدیبیہ کے واقعے کو روایت کیا ہے، جس میں عروہ (بن مسعود) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اس کے شرائط پر مذاکرات کرنے کے لیے آئے تھے۔ جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس گئے تو انہوں نے کہا: "اے لوگو! اللہ کی قسم، میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور قیصر، کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا ہوں، مگر میں نے کبھی کسی بادشاہ کو اپنے درباریوں کے درمیان اتنی عزت پاتے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنے صحابہ کے درمیان ملتی ہے۔ اللہ کی قسم، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھوکتے ہیں تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی اپنے ہاتھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لعاب لے لیتا ہے اور اسے اپنے چہرے اور جلد پر مل لیتا ہے؛ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ فوراً اس حکم کو بجا لاتے ہیں؛ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وضو کرتے ہیں تو وہ بچا ہوا پانی لینے کے لیے ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں؛ اور جب وہ بات کرتے ہیں تو اپنی آوازیں دھیمی رکھتے ہیں اور احترام کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرے کی طرف مسلسل نہیں دیکھتے۔"

صحیح بخاری، جلد 3، کتاب 50، حدیث 891 / احمد بن حنبل/ طبرانی/ ابنِ حبان/ بیہقی

اس شخص کا احترام جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھوئیں

حضرت عبدالرحمٰن بن رزین (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت سلامہ (رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی، تو وہ ان

کے احترام میں کھڑے ہو گئے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

ادب المفرد از امام بخاری

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلقہ چیزوں سے برکت یا شفا حاصل کرنا

شفا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے پانی کا پینا

حضرت سائب بن یزید (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں میری خالہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا یہ بھانجا بیمار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور میرے لیے برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی پیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میں نے مہر نبوت دیکھی۔

صحیح بخاری (5 ابواب میں، مثلاً جلد 1، کتاب 4، حدیث 189) / صحیح مسلم / نسائی / دیگر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قمیص دھونے کے پانی سے شفا طلب کرنا

حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) نے کہا: "یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر ہے،" اور انھوں نے میرے سامنے وہ چادر نکالی جو ایرانی کپڑے کی بنی ہوئی تھی، جس کے کنارے پر دیباج (ریشم) تھا، اور اس کی آستینوں کے کنارے بھی دیباج سے بنے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء (رضی اللہ عنہا) نے کہا: "یہ چادر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی جو حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے پاس رہی، یہاں تک کہ وہ وفات پا گئیں، اور جب وہ وفات پا گئیں تو یہ چادر میرے قبضے میں آ گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چادر پہنا کرتے تھے، اور ہم اسے بیماروں کے لیے دھوتے اور اس کے ذریعے شفا کی طلب کرتے تھے۔"

صحیح مسلم، کتاب 24، حدیث 5149 / ابوداؤد / بیہقی / دیگر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے (یعنی عرق) سے برکت طلب کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم حضرت اُمّ سُلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور اُن کے بچھونے پر سو جاتے جبکہ وہ گھر میں نہیں ہوتی تھیں۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے اور اُن کے بچھونے پر سو گئے، اُن کے پاس جا کر اُنہیں بتایا گیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمہارے گھر میں بچھونے پر آرام فرما ہیں۔ یہ سن کر وہ (فوراً) گھر آئیں تو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم (محو استراحت ہیں اور جسدِ اقدس) پسینے میں شرابور ہے اور وہ پسینہ مبارک چمڑے کے بستر پر جمع ہو گیا ہے۔ حضرت اُمّ سُلیم نے اپنی (خوشبو کی) بوتل کھولی اور پسینہ مبارک پونچھ پونچھ کر بوتل میں جمع کرنے لگیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم اچانک اُٹھ بیٹھے اور فرمایا: اے اُمّ سُلیم! کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس (پسینہ مبارک) سے اپنے بچوں کے لئے برکت حاصل کریں گے (اور اسے بطور خوشبو استعمال کریں گے)۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تو نے ٹھیک کیا ہے۔'' اِس حدیث کو امام مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے

مسلم فی الصحیح، کتاب الفضائل، باب طیب عرق النبی صلی الله علیه واله وسلم والتبرك به، 1815/4، الرقم: 2331، وأحمد بن حنبل فی المسند، 221/3، الرقم: 1334 /1339

پانی سے شفا حاصل کرنا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو چھو چکا تھا

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موھب سے مروی ہے:

''میرے گھر والوں نے ایک پیالے میں پانی ڈال کر مجھے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت بھیجا۔ آپ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بال مبارک موجود تھا۔

جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا کوئی شخص بیمار ہو جاتا تو وہ اپنا برتن سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج دیتا اور وہ اس بال مبارک کو اس پانی میں ڈبو دیتی تھیں، میں نے پیالے میں جھانک کر دیکھا تو مجھے اس میں کچھ سرخ بال نظر آئے۔''

بخاری، الصحیح، 5:2210، رقم: 5557

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال لوگوں میں تقسیم کرنا

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ جمرہ پر کنکریاں ماریں اور اپنی قربانی کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ انور کا دایاں حصہ حجام کے سامنے کر دیا۔ اس نے بال مبارک مونڈ دیئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو وہ موئے مبارک عطا کئے، اِس کے بعد حجام کے سامنے بائیں جانب کی اور فرمایا: یہ بھی مونڈو، اس نے ادھر کے بال مبارک بھی مونڈ دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو عطا کئے اور فرمایا: یہ بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔

مسلم الصحیح، کتاب الحج، 2:948، رقم: 1305

چومنا: محبت کی علامت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو چومنا

اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ کچھ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے اور وہ لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں لکڑی سے ایک کونچہ دیا، تو وہ بولے: اللہ کے رسول! مجھے اس کا بدلہ دیجئیے، آپ نے فرمایا: ''بدلہ لے لو'' تو انہوں نے کہا: آپ تو قمیص پہنے ہوئے ہیں میں تو بغیر قمیص تھا، اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اٹھا دی، تو وہ آپ سے چمٹ گئے، اور آپ کے پہلو کے بوسے لینے

لگے، اور کہنے لگے: اللہ کے رسول! میرا منشا یہی تھا۔

أبوداود حدیث نمبر: 5224، (تحفة الأشراف: 151) صحیح الإسناد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو چومنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انھوں نے ایک واقعہ بیان کیا، اس میں فرمایا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گئے اور آپ کے دست مبارک پر بوسہ دیا۔ ابوداؤد کی کتاب 36، حدیث نمبر 5204 اور بیہقی میں مذکور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں کو چومنا

حضرت ذراع سے مروی ہے اور یہ وفد عبدالقیس میں تھے فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ منورہ آئے تو اپنی سواریوں سے اترنے میں جلدی کرنے لگے پس ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چومتے تھے۔ (الادب المفرد امام بخاری ص ۲۶۵ رقم الحدیث ۱۰۰۴) (سنن ابوداود ص ۸۶ ۷ ح ۵۲۶۵) (شعب الایمان ج ۶ ص ۴۷۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت) (دلائل النبوۃ امام بیہقی ج ۵ ص ۳۲۷ دارالکتب العلمیۃ بیروت) (طبرانی کبیر ج ۵ رقم الحدیث ۵۳۱۳) (طبرانی الاوسط ج ۱ ص ۱۳۳)

ان ہاتھوں کو چومنا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوئے

حضرت ثابت (رضی اللہ عنہ) نے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا: "کیا آپ نے کبھی اپنے ہاتھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "جی ہاں۔" اس پر حضرت ثابت (رضی اللہ عنہ) نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

امام بخاری، ادب المفرد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انداز گفتگو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بات چیت میں محبت اور احترام

جب یہ آیت نازل ہوئی: "اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے اونچی آواز سے بات کرتے ہو، کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔)" سورۃ الحجرات: 2:49

تو اس کا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) پر یہ اثر ہوا: "اس کے بعد جب حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کرتے تو یوں بات کرتے جیسے کوئی آہستہ سرگوشی کر رہا ہو، اور اکثر اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بات سن نہیں پاتے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہتے کہ اپنی بات دہرائیں۔"

صحیح بخاری، جلد 9، کتاب 92، حدیث 405

صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح پکارا؟

حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اے ابوذر!" میں نے جواب دیا: "آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کی رضا کے لیے، اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔"

صحیح مسلم، کتاب 36، حدیث 5207

یہ حدیث حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، وفاداری، اور ادب کو ظاہر کرتی ہے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر انتہائی عاجزی اور احترام کے ساتھ جواب دیا، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دلوں میں نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کتنی گہری تھی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی محبت کا مرکز ومحور سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ تعلق جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگا اسی قدر ایمان بھی مضبوط و مستحکم ہوتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس درجہ تعظیم کرتے تھے کہ مخالفین بھی ان کے اس عمل پر پکار اٹھے کہ اب یہ قوم نا قابل تسخیر قوت بن گئی ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وارفتگی کا جو منظر حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ اگرچہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔۔۔ تو انہوں نے کفار مکہ سے برملا کہہ دیا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں سلیقۂ ادب و احترام دیکھا ہے، لیکن خدا کی قسم! میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ بعد ازاں انہوں نے کفار کو مسلمانوں پر حملہ نہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ بطور ماہر سفارتکار جانتے تھے کہ جو قوم اپنے رسول کے جسم سے مس ہونے والا پانی، لعاب دہن اور موئے مبارک کا زمین پر گرنا برداشت نہیں کر سکتے وہ میدان جنگ میں اس کے خون کا زمین پر گرنا کیونکر برداشت کر سکتی ہے!

آج اگر امت مسلمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر چلتے ہوئے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت اور ادب و تعظیم کا تعلق مضبوط تر کر لے تو پھر یہ دوبارہ ایک نا قابل تسخیر قوت بن سکتی ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

صحابہ کرام بارش کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے

حضرت ابو طالب نے اپنے طویل قصیدہ میں جس کو انہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح میں نظم کیا ہے ایک شعر میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِه

ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَة لِّلْاَرَامِلِ

یعنی وہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایسے گورے رنگ والے ہیں کہ ان کے رخ انور کے ذریعہ بدلی سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کا ٹھکانا اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

(زرقانی علی المواھب ج١ ص١٩٠)

صحابہ کرام کی سنت

صحابہ کرام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصیبت اور پریشانی میں دعا کراتے تھے۔

صحابہ جب قحط میں مبتلا ہوئے تو برسات کے لئے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کو اپنایا۔ ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ سخت قحط کی لپیٹ میں آ گئے ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: * یارسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ ہم پر بارش برسائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اس وقت آسمان میں کوئی بادل نہیں تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت پہاڑوں جیسے بادل آ گئے۔ پھر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی منبر سے نیچے تشریف بھی نہیں لائے تھے کہ میں نے بارش کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریش مبارک سے ٹپکتے ہوئے دیکھے۔ پس ہم پر اُس روز، اس سے اگلے روز بلکہ اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی * پھر وہی اعرابی یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! مکانات گر گئے اور مال غرق ہو گیا، اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ بلند فرمائے اور کہا: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا اور ہمارے اوپر نہیں۔* پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست مبارک سے آسمان کی جس طرف اشارہ کرتے ادھر سے بادل پھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ تھالی کی طرح ہو گیا* اور قناۃ نالہ ایک مہینے تک بہتا رہا۔ راوی کا بیان ہے کہ جو آتا وہ اس بارش کی افادیت کا ذکر ضرور کرتا۔''

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ صحابہ کرام اگر چاہتے تو خود ہی اللہ سے دعا کر لیتے مگر ایسا نہیں کیا * بلکہ اس مشکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کیونکہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ مشکلات اسی در سے دور ہوتی ہیں اور دعائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے فوراً اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہیں۔

حضرت کعب بن مُرّہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں۔ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ بلند کئے اور دعا کی: ''اے اللہ! ہمیں پانی پلا زمین کو بھر دینے والا (یعنی جس سے تالاب و ندیاں خوب بھر جائیں) خوب برسنے والا، جلد برسنے والا نہ کہ دیر سے (برسنے والا)، نفع مند نہ کہ نقصان دہ'' حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کو فوراً بعد) لوگ ابھی نمازِ جمعہ سے فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ خوب بارش برسنے لگی۔ حضرت کعب رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت زیادہ بارش ہوجانے کی شکایت کی اور عرض کیا: یارسول اللہ! مکانات گرنے لگے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی: ''اے اللہ! ہمارے اردگرد برسے ہمارے اوپر نہ برسے'' حضرت کعب فرماتے ہیں کہ فوراً بارش (شہر مدینہ سے) چھٹ کر دائیں بائیں برسنا شروع ہوگئی۔''

اس حدیث کو امام ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اسی طرح عبدالرزاق، طحاوی اور احمد نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

وصال مبارک کے بعد بھی صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لیا کرتے تھے

چنانچہ خلافت فاروقی میں جب لوگ قحط میں مبتلاء ہوگئے تو حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک پر حاضر ہوکر عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش کی دعاء فرمایئے کہ امت ہلاک ہورہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم عمر رضی اللہ عنہ کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ اور کہو کہ بارش ہوگی اور یہ بھی کہو کہ وہ نرمی اختیار کریں۔ چنانچہ جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ تفصیل بیان فرمائی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں کوتاہی نہیں کروں گا سوائے اس کام کے جس سے میں عاجز ہوجاؤں۔ سنن بیہقی، ابن ابی شیبہ وفاء الوفاء، انجاح الحاجہ، ابن عبدالبر، فتح الباری۔ ج2۔ ص451

مشہور تابعی ابوالجوزاء کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ خشک سالی کی وجہ سے، مدینہ والے سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کا ذکر کیا (تا کہ وہ بارش کی دعا کریں اور کوئی تدبیر بتائیں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: ایسا کرو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر رجوع کرو اور حجر کی چھت میں سے کچھ سوراخ آسمان کی طرف اس طرح کھول کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے چنانچہ لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور پھر جو بارش ہوئی ہے تو ہرا چارہ بھی اتنا نکلا کہ (خوب کھا کھا کر) اونٹ فربہ ہو گئے * یہاں تک کہ چربی کی زیادتی سے ان کی کوکھیں پھول گئیں، اور اس سال کا نام ہی "فتق کا سال" پڑ گیا۔" (مشکوۃ شریف۔ جلد پنجم۔ حدیث 540)

آج اگر امت مسلمہ صحابہ کرام کی اس سنت کو مضبوطی سے تھام لے اور اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر آپ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کرے اور حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر بارش کی دعا کرے تو ضرور اللّٰہ کی رحمت برسے گی

اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے" (64- النسآء)

صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کو اپنے چہروں پر ملنا دیوانگی ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک، وضو کے مبارک پانی سے، لعاب دہن، پسینہ مبارک سے اور جن جن چیزوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مس کیا ہوتا ان سے برکت حاصل کرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن صحابہ اپنے چہروں، ہاتھوں پر ملتے۔ کیا آج ہم ایسا عمل کرنا اپنے تصور میں لاتے ہیں؟

''حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، عروہ بن مسعود (جب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کفار کا وکیل بن کر آیا تو) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (کے معمولاتِ تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھتا رہا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعاب دہن پھینکتے تو کوئی نہ کوئی صحابی اسے اپنے ہاتھ پر لے لیتا تھا جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے ہیں تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال شدہ پانی کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ (اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے ہر ایک کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ پانی میں حاصل کروں)

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے ہیں تو صحابہ کرام اپنی آوازوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پست رکھتے تھے اور انتہائی تعظیم کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی طرف نظر جما کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور ان سے کہنے لگا:

اے قوم! اللہ ربّ العزت کی قسم! میں (بڑے بڑے عظیم الشان) بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے درباری اس کی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی شخص کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔ جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، اور غایت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔''

البخاری فی الصحیح، کتاب : الشروط، باب : الشروط فی الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و کتابة، 974/2، الرقم : 2581

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی محبت کا مرکز و محور سمجھتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ تعلق جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگا اسی قدر ایمان بھی مضبوط و مستحکم ہوتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس درجہ تعظیم کرتے تھے کہ مخالفین بھی ان کے اس عمل پر پکار اٹھے کہ اب یہ قوم ناقابل تسخیر قوت بن گئی ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وارفتگی کا جو منظر حضرت عروہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ نے دیکھا۔ اگرچہ وہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے۔۔۔ تو انہوں نے کفار مکہ سے برملا کہہ دیا کہ میں نے بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں سلیقۂ ادب و احترام دیکھا ہے، لیکن خدا کی قسم! میں نے ہرگز کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ بعدازاں انہوں نے کفار کو مسلمانوں پر حملہ نہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ بطور ماہر سفارتکار جانتے تھے کہ جو قوم اپنے رسول کے جسم سے مس ہونے والا پانی، لعاب دہن اور موئے مبارک کا زمین پر گرنا برداشت نہیں کر سکتے وہ میدان جنگ میں اس کے خون کا زمین پر گرنا کیونکر برداشت کر سکتی ہے!

مستند احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماروں کو دم فرماتے اور اپنا مبارک لعابِ دہن اپنی انگشتِ شہادت سے بیمار شخص کی تکلیف کی جگہ پر ملتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی شفایابی کی دعا فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی انسان کو تکلیف ہوتی یا کوئی زخم ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لعاب دہن لگاتے اور اس کی شفایابی کے لئے یہ مبارک الفاظ دہراتے: بِسمِ اللهِ، تُربَةُ أرضِنا، بريقة بعضنا، يُشفَى سَقِيمُنا، بِإذنِ رَبِّنا.

بخاری، الصحیح، 5:2168، کتاب الطب، رقم: 5413

مسلم، الصحیح، 4:1724، کتاب السلام، رقم: 2194

حضرت عروہ بن مسعود سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن صحابہ اپنے چہروں، ہاتھوں پر ملتے۔ کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ اس لعاب دہن میں شفاء ہے۔

رحمت عالم نور مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک-
صحابہ کرام کی انتہائی تعظیم وتکریم

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برکات کو حاصل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو جاتی اسے وہ دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اندر یہ شعور بیدار کر دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے اور ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔

۔امام ابنِ سیرین رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم لَمَّا حَلَقَ رَأْسَهُ، كَانَ أَبُوْ طَلْحَةَ أَوَّلَ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَعْرِهِ.

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک منڈوایا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک حاصل کئے۔

بخاری، الصحیح، کتاب الوضوء، باب : الماء الذی یغسل به شعر الإنسان، 1 : 75، رقم : 169

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منیٰ تشریف لائے تو پہلے جمرہ عقبہ پر گئے اور وہاں کنکریاں ماریں، پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے وہاں قربانی کی اور حجام سے سر مونڈنے کو کہا اور اس کو دائیں جانب کی طرف اشارہ کیا پھر بائیں جانب اشارہ کیا پھر اپنے

مبارک بال لوگوں کوعطا فرمائے۔

مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب : بیان أن السنة یوم النحر، 2: 947، رقم: 1305

علامہ شوکانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قوله ثم جعل يعطيه للناس فيه مشروعية التّبرّك بشعر أهل الفضل ونحوه.

''اس روایت میں صاحبِ فضل شخصیات کے بال اوراس طرح ان کی دیگر اشیاء سے تبرک کا ثبوت ہے۔''

شوکانی، نیل الأوطار، 5، 128

شمس الحق عظیم آبادی، عون المعبود، 5: 317

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ جمرہ پر کنکریاں ماریں اوراپنی قربانی کر لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ انور کا دایاں حصہ حجام کے سامنے کر دیا۔اس نے بال مبارک مونڈ دیئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اوران کو وہ موئے مبارک عطا کئے، اِس کے بعد حجام کے سامنے بائیں جانب کی اور فرمایا: یہ بھی مونڈو، اس نے ادھر کے بال مبارک بھی مونڈ دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بھی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کوعطا کئے اور فرمایا:

یہ بال لوگوں میں تقسیم کردو۔

1. مسلم الصحیح، کتاب الحج، باب : بیان أن السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق، 2: 948، رقم: 1305

2. ترمذی، السنن، کتاب الحج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، باب : ما جاء بأی جانب الرأس یبدأ فی الحلق، 3: 255، رقم: 912

3. أبوداود، السنن، کتاب المناسك، باب : الحلق والتقصیر، 2: 203، رقم: 1981

امام ابنِ حجر عسقلانی نے اسی حدیث کو فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بحوالہ مسلم ذکر کر کے

لکھا ہے کہ وفیہ التبرک بشعرہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک سے تبرک کا ثبوت ہے۔''

ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، 274:1

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلی الله عليه وآله وسلم ، وَالْحَلاَّقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ، فَمَا يُرِيْدُوْنَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ.

میں نے دیکھا: حجام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ اقدس کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد گھوم رہے تھے اور ان میں سے ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی ایک بال مبارک بھی زمین پر گرنے نہ پائے۔ بلکہ ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آ جائے۔

مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، باب : قرب النبى صلى الله عليه وآله وسلم من الناس وتبركهم به، 4:1812، رقم: 2325

أحمد بن حنبل، المسند، 3:133، 137، رقم: 12423

''امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا: ہمارے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ موئے مبارک ہیں جنہیں ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے حاصل کیا ہے۔ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ان میں سے ایک موئے مبارک بھی میرے پاس ہوتا تو وہ مجھے دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے ان سب سے کہیں زیادہ محبوب ہوتا۔''

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

البخارى فى الصحيح، كتاب : الوضوء، باب : الماء الذى يغسل به شعر الإنسان وكان

عطاء لا یری، 1/75، الرقم: 168

حضرت عثمان بن عبد اللہ بن موہب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں نے مجھے ایک پیالے میں پانی دے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا۔ (راوی) حضرت اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں بند کر کے اس پیالی کی طرح بنائیں جس کے اندر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک ڈالا گیا تھا (اور بیان کیا کہ) چنانچہ جب کسی آدمی کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی تکلیف ہوتی تو اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک برتن میں پانی بھیج دیا جاتا۔ (تو وہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ موئے مبارک ڈال دیتیں اور بیمار شخص کو وہ پانی پینے سے فوراً شفاء ہو جاتی) پس میں نے اس بوتل میں جھانک کر دیکھا تو میں نے (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) چند سرخ موئے مبارک کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

البخاری فی الصحیح، کتاب: اللباس، باب: ما یذکر فی الشیب، 5/ 2210، الرقم: 5557

حضرت محمد بن عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد (حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ وہ قربان گاہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھے اور قریش میں سے ایک آدمی قربانیوں کو تقسیم کر رہا تھا تو انہیں اور ان کے ساتھی کو کوئی چیز نہ ملی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کپڑے میں اپنے موئے مبارک منڈوائے اور انہیں عطا فرمائے۔ انہوں نے کچھ موئے مبارک لوگوں کو (تحفۃً دے دیئے اور باقی اپنے پاس سنبھال لئے)۔ راوی کہتے ہیں: ہمارے پاس آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ناخن مبارک اور موئے مبارک آج بھی محفوظ ہیں۔

اس حدیث کو امام احمد، ابن خزیمہ اور بخاری نے ''التاریخ الکبیر'' میں اور حاکم و بیہقی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

أحمد بن حنبل في المسند، 4/ 42، الرقم: 16521. 16522، وابن خزيمة في الصحيح، 4/ 300، الرقم: 2931، والبخاري في التاريخ الكبير، 5/12، الرقم: 19

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول و براز پاک ہے

''حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پچھنے لگوائے پھر مجھے حکم فرمایا، یہ خون لے جاؤ اور اسے کسی ایسی جگہ پر دفن کر دو جہاں پرندے، چوپائے اور آدمی نہ پہنچ سکیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب نظروں سے اوجھل ہوا تو میں نے اُسے پی لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا یا آپ کو بتایا گیا کہ میں نے اسے پی لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسکرا پڑے۔''

اس حدیث کو امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں اور بیہقی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

البخاري في التاريخ الكبير، 4/209، الرقم: 2524، والطبراني المعجم الكبير، 7/ 81، الرقم: 6434، والبيهقي في السنن الكبرى، 7/67، الرقم: 13186، وأيضًا في شعب الإيمان، 5/233، الرقم: 6489، والهيثمي في مجمع الزوائد، 8/270

''حضرت حکیمہ بنت اُمیمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سے بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم (بیماری کے عالم میں رات کے وقت) لکڑی کے پیالے میں پیشاب کیا کرتے تھے، پھر اُسے اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ عمل فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دوبارہ تشریف لائے اور اس برتن کو دیکھا

(تا کہ گرادیں) تو اس میں کوئی چیز نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ برکہ سے، جو کہ حبشہ سے ان کے ساتھ آئیں تھیں، اس بارے میں استفسار فرمایا کہ اس برتن کا پیشاب کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) میں نے اسے پی لیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: تو نے خود کو جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے۔''

اِس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

الطبرانی فی المعجم الکبیر، 189/24، الرقم: 477، والبیہقی فی السنن الکبری، 7 / 67، الرقم: 13184، والمزی فی تھذیب الکمال، 35 / 156، الرقم: 7819، والعسقلانی فی الإصابة، 531/7، وأیضًا فی تلخیص الحبیر، 32/1، وابن عبد البر فی الاستیعاب، 1794/4

جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات پاک ہیں۔

مندرجہ ذیل علماء کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات کو پاک لکھتے ہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ۔ (فتح الباری ج1 ص272)

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ۔ (عمدۃ القاری ج1 ص35)

امام نووی شافعیؒ۔ (شرح مہذہب ج1 ص234)

ملا علی قاری حنفیؒ۔ (جمع الوسائل شروح الشمائل ج2 ص2)

حافظ سیوطی شافعیؒ۔۔ (خصائص الکبریٰ ج1 ص71)

علامہ شامیؒ۔ (فتاویٰ شامی ج1 ص318)

صاحب نہایت المحتاج۔۔ (ج1 ص242 فقہ شافعی کی مشہور کتاب)

مفتی المحتاج۔ (ج ا ص79 فقہ شافعی کی مشہور کتاب)

شیخ محمد عبد الحق محدث دہلویؒ۔۔۔(مدارج النبوت ج 1 ص 43)

* مندرجہ ذیل علماء دیوبند بھی اس کے قائل ہیں *

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ۔(نشر الطیب ص 135)

مفتی عزیز الرحمن صاحبؒ۔(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ا ص 85،211)

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ۔(فضائل اعمال ص 188)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ۔(معارف السنن ج 1 ص 98)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ۔۔(آپکے مسائل اور انکا حل ج 9 ص 133)

عوام کے میل کچیل پر مکھی بیٹھی ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بھی متفق علیہ حقیقت ہے کہ عوام کا پسینہ بد بودار ہوتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک دنیا کی اعلیٰ ترین خوشبوؤں کو شرماتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند مبارک کو بھی نیند ہی کہا جاتا تھا مگر وہ نیند ہماری ہزار بیداریوں سے اعلیٰ وارفع تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب بھی وحی ہوتا تھا،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند مبارک سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ مبارک کو عام انسانوں جیسا سمجھا جائے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے پسینہ ہی تھا مگر عشاق کیلئے بہترین خوشبو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک انسان تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن خصائص سے اللہ نے نوازا تھا ان خصائص کا انکار کیوں کیا جائے؟ یاقوت بھی پتھر ہے،حجر اسود جنت سے آیا ہوا ہے۔ حضرت انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ مقدسہ میں اللہ نے جنت کے خوائص رکھ دیئے ہیں اسی لیے ان اجسام مطہرہ کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے(کہ ان کو کھائے)،ان اجسام مطہرہ کا پسینہ مثل جنت کے پسینہ کے خشبودار بنا دیا گیا۔اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے فضلات بھی اگر خصوصیت طہارت رکھتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہے۔

آج اگر امت مسلمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر چلتے ہوئے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت اور ادب و تعظیم کا تعلق مضبوط تر کر لے تو پھر یہ دوبارہ ایک نا قابل تسخیر قوت بن سکتی ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

آج ہم اس پیکر جمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت و احترام کا تعلق مضبوط و مستحکم کر لیں تو اپنے آپ کو نا قابل تسخیر بنا سکتے ہیں، جبکہ اسلام دشمن طاقتوں کی خواہش ہے کہ امت مسلمہ کے سینوں سے ادب و تعظیم اور عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکال دیا جائے تا کہ امت مسلمہ کو شکست خوردہ قوم بنایا جائے، جیسا کہ اِس حقیقت کی طرف علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان اشعار میں توجہ دلائی ہے:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد (ص) اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

لہٰذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ اپنے اندر احوال عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر سے زندہ کرے تا کہ یہ اجتماعی طور پر ماضی کی طرح نا قابل شکست اور نا قابل تسخیر قوت بن جائے۔

بہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

اپنے آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذاتِ اقدس تک پہنچا کہ اُن کی ذاتِ مبارکہ ہی دین کی اساس ہیں۔ اگر تُو اُن تک نہیں پہنچتا تو پھر تیرے سارے اعمال بولہبی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (علامہ اقبال)

درختوں اور پہاڑوں کی محبت

درخت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی

حضرت جابر بن عبداللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دیتے وقت کھجور کے درخت کے تنے کے پاس کھڑے ہوتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر رکھا گیا تو ہم نے اس تنے کو حاملہ اونٹنی کی طرح روتے ہوئے سنا، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اترے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھ دیا۔

صحیح بخاری، جلد 2، کتاب 13، حدیث 41

یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور ان کے اردگرد موجود چیزوں کی محبت کو ظاہر کرتی ہے۔ کھجور کے تنے کا رونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کے غم کی ایک علامت کے طور پر ظاہر ہوا، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ خاموش ہو گیا۔ یہ واقعہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے لیے ایک روحانی اور ایمان افروز منظر تھا۔

پہاڑ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر اُحد پہاڑ پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" یہ ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" صحیح بخاری، جلد 9، کتاب 92، حدیث 433

یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور احترام کی علامت ہے، جو صرف انسانوں تک محدود نہیں بلکہ غیر جاندار چیزوں تک بھی پھیلی ہوئی ہے۔ ان احادیث سے ان لوگوں کو سبق سیکھنا چاہیے جو کہتے ہیں کہ صرف سنت پر عمل کرنا ہی محبت ہے۔ کیا اس پہاڑ اور کھجور کے درخت

نے کسی سنت پر عمل کیا؟ کیا کبھی نماز پڑھی روزے رکھے حج کیے؟؟ نہیں۔ ثابت ہوا محبت ایک کیفیت کا نام ہے ایک جزبہ ہے اور جو اس کیفیت میں عمل کرے گا تو ہی عمل قبول ہوگا۔

جانوروں، چوپائیوں اور پرندوں کا حضور ﷺ کو سجدہ کرنا

’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری گھرانے میں ایک اونٹ تھا جس پر (وہ کھیتی باڑی کے لئے) پانی بھرا کرتے تھے، وہ ان کے قابو میں نہ رہا اور انہیں اپنی پشت (پانی لانے کے لئے) استعمال کرنے سے روک دیا۔ انصار صحابہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ہمارا ایک اونٹ تھا ہم اُس سے کھیتی باڑی کے لئے پانی لانے کا کام لیتے تھے اور وہ ہمارے قابو میں نہیں رہا اور اب وہ خود سے کوئی کام نہیں لینے دیتا، ہمارے کھیت اور باغ پیاسے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: اُٹھو، پس سارے صحابہ اُٹھ کھڑے ہوئے (اور اس انصاری کے گھر تشریف لے گئے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احاطہ میں داخل ہوئے تو اونٹ ایک کونے میں بیٹھا تھا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُونٹ کی طرف چل پڑے تو انصار کہنے لگے: (یا رسول اللہ!) یہ اُونٹ کتے کی طرح باؤلا ہو چکا ہے اور ہمیں اِس کی طرف سے آپ پر حملہ کا خطرہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اِس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اُونٹ نے جیسے ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا یہاں تک (قریب آ کر) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پیشانی سے پکڑا اور حسب سابق دوبارہ کام پر لگا دیا۔ صحابہ کرام نے یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو بے عقل جانور

ہوتے ہوئے بھی آپ کو سجدہ کر رہا ہے اور ہم تو عقلمند ہیں اس سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم جانوروں سے زیادہ آپ کو سجدہ کرنے کے حقدار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی فردِ بشر کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی بشر کو سجدہ کرے اور اگر کسی بشر کا بشر کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو اُس کی قدر و منزلت کی وجہ سے سجدہ کرے جو کہ اُسے بیوی پر حاصل ہے۔''

أحمد بن حنبل في المسند، 3/158، الرقم: 12635، والدارمي في السنن، باب ما أكرم الله به نبيه من إيمان الشجر به والبهائم والجن، 1 / 22، الرقم: 17، والطبراني في المعجم الأوسط، 9 / 81، الرقم: 9189، وعبد بن حميد في المسند، 1 / 320، الرقم: 1053، والمقدسي في الأحاديث المختارة، 5/265، الرقم: 1895۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے خواہش کرنا صحابہ کرام کی سنت ہے

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور چند دیگر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ انصار کے ایک باغ میں داخل ہوئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ باغ میں بکریاں تھیں۔ اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا۔ **حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اُن بکریوں سے زیادہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔** آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے اور اگر ایک دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں ضرور عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' اِسے امام ابونعیم اور مقدسی نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور اُس کی اسناد حسن ہے۔

أخرجه أبو نعيم في دلائل النبوة، 2 / 379، الرقم: 276، والمقدسي في الأحاديث

المختارة، 6/130. 131، الرقم: 2129، 2130.

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں جبکہ ہم زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے ربّ کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔ اگر میں کسی فردِ بشر کو حکم دیتا کہ وہ کسی اور کو سجدہ کرے تو میں ضرور عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' اِسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام ہیثمی نے فرمایا: اِس کی اسناد جید ہے

أحمد بن حنبل في المسند، 6/76، الرقم: 24515، والهيثمي في مجمع الزوائد، 9/9، 4/310، وابن كثير في شمائل الرسول / 326، والمناوي في فيض القدير، 5/329.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یمن سے واپس آ کر انھوں نے عرض کیا **یارسول اللہ! میں نے عیسائیوں کو اپنے پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوئے دیکھا ہے میرے دل میں خیال آتا ہے کہ اس سے زیادہ تعظیم کے مستحق تو آپ ہیں تو کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ مسند احمد حدیث نمبر: 21986

سوال یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے ایک بار منا فرما دیا پھر کیوں صحابہ حضور ﷺ کو سجدہ کرنے کا اظہار کرتے ؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا متعدد بار حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرنے کی اجازت مانگنا حضور اکرم ﷺ کی ممانعت کے باوجود یہ ثابت

کرتا ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں یہ آرزو اور خواہش تھی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کریں۔

حاصل کلام

اوپر دی گئی مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت کا تصور بہت جامع تھا۔ انہوں نے اپنی محبت کو صرف اتباعِ رسول ﷺ تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ وہ نبی کریم ﷺ سے وابستہ ہر چیز کے ساتھ شدید محبت کا مظاہرہ کرتے تھے، خواہ وہ آپ کے داڑھی یا سر کے بال ہوں، وضو کا بچا ہوا پانی ہو، آپ کی استعمال شدہ قمیص ہو، آپ کے جسم مبارک کا پسینہ ہو، یا وہ پتھر جسے آپ ﷺ نے بوسہ دیا ہو۔ انہوں نے آپ ﷺ سے منسوب چیزوں کے ذریعے شفا طلب کی، خواہ وہ پانی ہی کیوں نہ ہو جو آپ کی قمیص دھونے میں استعمال ہوا ہو۔ وہ آپ ﷺ سے بات کرتے وقت اور آپ ﷺ کے بارے میں گفتگو کرتے وقت بے حد احترام کا مظاہرہ کرتے تھے۔

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے یہ اعمال اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ اُمت کے لیے محبت کے اظہار کا کوئی خاص طریقہ محدود نہیں ہے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بعد آنے والے لوگوں نے مختلف طریقے اپنائے، جیسے کہ میلاد منانا، کھانا تقسیم کرنا، نعت خوانی کرنا، صلوٰۃ وسلام پڑھنا وغیرہ، تاکہ نبی کریم ﷺ سے اپنی محبت کا اظہار کر سکیں۔

محبت اور اعمال

قرآن وحدیث کا نچوڑ یہ ہے کہ محبت ادب اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ والوں کی محبت عقیدت اور صحبت سے ہی اعمال صالحہ نصیب ہوتے ہیں اور اگر نہ بھی ہوں تو نجات یقینی ہے کیونکہ ارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ سے محبت کرنے والوں کا حشر انہی کے ساتھ ہوگا۔

مُعَلِّمُ المَلَکوت درس توحید دینے والا ابلیس کا انجام

ابلیس نے لاکھوں سال اللہ پاک کی عبادت کی ایک قول کے مطابق سات لاکھ سال عبادت کی۔حضرت یحییٰ منیری (رح) کے مکتوبات میں ہے کہ ابلیس نے سات لاکھ برس خدا تعالیٰ کی عبادت کی ۔ ابلیس شروع میں تمام فرشتوں کا سردار و معلم تھا، اور سب سے زیادہ عبادت میں کوشش کرتا تھا، یہاں تک کہ کہا گیا کہ سات زمینوں اور آسمانوں میں ایسی کوئی جگہ خالی نہیں بچی جہاں ابلیس نے سجدہ نہ کیا ہو،

شیخ احمد بن محمد رومی حنفی اپنی کتاب "مجالس الأ برار" میں لکھتے ہیں : ابلیس شروع میں تمام فرشتوں کا سردار و معلم تھا، اور سب سے زیادہ عبادت میں کوشش کرتا تھا، یہاں تک کہ کہا گیا کہ سات زمینوں اور آسمانوں میں ایسی کوئی جگہ خالی نہیں بچی جہاں ابلیس نے سجدہ نہ کیا ہو، پھر جب اس کو آدم علیہ السلام کے سامنے سجدے کا حکم ہوا، تو اس سرکشی کا مظاہرہ کیا، اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔" (مجالس الأبرار، المجلس السادس عشر، فی بیان تحقیق السعید والشقی، ص: 209، رسالة التحقیق عن الجامعة الإسلامیة المدینة المنورة)

لیکن ابلیس کی حقیقت کوئی نہیں جانتا تھا۔ابلیس کی حقیقت تب کھلی جب تعظیم کا وقت آیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو فرشتے سجدے میں گر گئے لیکن ابلیس نے ان سجدہ کرنے والے فرشتوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا اور حضرت آدم

عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کوسجدہ نہ کیا۔

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس سے متعلق بڑی پیاری بات ارشاد فرمائی ہے کہ ''**یہ سجدہ درحقیقت اس نور کی تعظیم کے لئے تھا جو حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مبارک پیشانی میں چمک رہا تھا اور وہ سیّدُ المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا نور تھا۔**

(روح البیان، الحجر، تحت الآیۃ: ۳۰، ۴ / ۴۶۲)

تو فرشتوں کو وہ نور نظر آ گیا اور وہ سجدے میں گر گئے مگر ابلیس کو نظر نہ آیا اور اس نے انکار کیا۔ اس کی وجہ یہ کے نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے کے لیے ایمان کا نور چاہیے اور ابلیس میں ایمان کا نور نہیں تھا۔ اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ وہ پہلے ہی سے کافروں میں سے تھا۔ تھا کافر مگر رہ رہا تھا مومنوں میں اور جیسے ہی تعظیم کا وقت آیا اس حقیقت کھل گئی۔ معلوم ہوا کہ تعظیم کسوٹی ہے۔ کسی کی عبادات نماز روزے حج دیکھ کر مرعوب نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ یہ دیکھو کہ اس کے اندر محبت ادب اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنی ہے۔ آج جو لوگ تعظیم کے منکر ہیں انہیں اس واقعے سے سبق سیکھنا چاہیے کہ جب ابلیس کی 6 لاکھ برس کی عبادت کسی کام نہ آئی تو ان کی 50, 60 سال کی عبادت کیا فایدہ دے گی؟

قیامت کی تیاری محبت ہے اعمال نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا کہ (یارسول اللہ!) قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: **میرے پاس تو کوئی تیاری نہیں۔* میں نے تو اس کے لئے بہت سے اعمال تیار نہیں کیے، نہ بہت سی نمازیں اور نہ بہت سے روزے سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں*** ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **تم (قیامت کے**

روز) اسی کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں (یعنی تمام صحابہ کو) کبھی کسی خبر سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی خوشی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ اقدس سے ہوئی کہ تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے محبت کرتے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں لہٰذا امید کرتا ہوں کہ ان کی محبت کے باعث میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہی رہوں گا اگرچہ میرے اعمال تو ان کے اعمال جیسے نہیں۔''

البخاري في الصحيح، كتاب : المناقب، باب : مناقب عمر بن الخطاب أبي حفص القرشي العدوي، 3 / 1349، الرقم: 3485، وأحمد بن حنبل في المسند، الرقم: 12032،

اگر محبت ہے تو اعمال میں کمی نقصان نہیں پہنچا سکتی

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص کا نام عبداللہ تھا اور لوگ اس کو حمار کہتے تھے، یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی پریشان ہوتے تو وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی مزاحیہ بات کر دیتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر مسکراہٹ پھیل جاتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو شراب پینے پر حد جاری کی اور سزا دی۔ دوبارہ شراب پی پھر حد جاری کی گئی اسطرح بار بار سزا ملنے پر بھی شخصی و بشری کمزوری کے باعث شراب پی لیتے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ! اس پر لعنت کر کہ کس قدر یہ (شراب پی کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں لایا جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اس کو لعنت مت کرو، قسم ہے اللہ کی! میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے۔"

ہنسانے کا یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے محبت کا آئینہ دار ہے کیونکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے فطرتی بات ہے کہ اسے خوش دیکھنا اور خوش رکھنا چاہتا ہے۔

* یعنی وہ شخص بظاہر عمل میں بہت کمزور تھا۔ بلکہ گناہگار تھا۔ لیکن اپنے دل میں محبتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنے کے باعث نہ صرف لعنت سے بچا لیا گیا بلکہ زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے محبت کی گواہی بھی دے دی *۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے دعویدار تو لاکھوں کروڑوں ہیں لیکن زبانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے "محبت" پر گواہی تو کسی کسی کو ہی نصیب ہوئی ہوگی۔ اور وہ بظاہر کمزور اعمال والے صحابی کو بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی محبت کی گواہی دے کر اسے لعنت سے بچا لیا۔

دوسری طرف ایک اور گروہ ہے جو اعمال میں بہت آگے ہے جس کے پاس عبادات بہت ہیں مگر محبت ادب اور تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالِ (غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ نامی شخص نے جو کہ بنی تمیم سے تھا کہا: یا رسول اللہ! انصاف کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو ہلاک ہو، اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں، کیونکہ اس کے (ایسے) ساتھی بھی ہیں **کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو حقیر جانو گے اور ان کے روزوں کے مقابلہ میں اپنے روزوں کو**

حقیر جانو گے۔ وہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے

بخاری شریف، کتاب الأدب، 5 / 2281، الرقم: 5811

معلوم ہوا شریعت نماز روزے کی پابندی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کرنے والا دین سے خارج ہے۔ احادیث کے موازنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ محبت و ادبِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلِ ایمان ہے۔ مومن ہونے کی شرط ہی محبتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جیسا کہ متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے حوالہ: ۔صحیح بخاری، جلد 6، حدیث نمبر 6389۔

قیامت کے دن بخششِ کا دارومدار رحمت و فضل الٰہی پر ہے اعمال پر نہیں

اعمال جنت میں داخل ہونے کے بعد بندے کے درجات کا تعین کرتے ہیں۔ یعنی جس کا عمل جس درجہ کا ہوگا اسے وہی درجہ ملے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’اور یہ ہے وہ جنت جس کے تم وارث اپنے ان اعمال کی وجہ سے بنا دیئے گئے، جو تم (دنیا میں) کرتے رہے‘‘ (سورۃ الزخرف)

حدیث میں بیان ہوا:

حَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُدْخِلُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيرُهُ مِنَ النَّارِ وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةٍ مِنَ اللهِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: *تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ہی اسے جہنم سے بچائیں گے اور نہ مجھے، مگر یہ کہ اللہ کی طرف سے رحمت کے ساتھ*۔

صحیح مسلم

اللہ کی رحمت کیا ہے؟

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ننانوے حصے اولیاء کو قیامت کے دن عطا ہونگے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے بنائے ہیں جن میں سے اس نے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین پر نازل کیا۔ ساری مخلوق جو ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے یہ اسی ایک حصے کی وجہ سے ہے، یہاں تک کہ گھوڑا جو اپنے بچے کے اوپر سے اپنا کُھر اٹھاتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ پہنچے وہ بھی اسی ایک حصے کے باعث ہے۔''

البخاري في الصحيح، كتاب : الأدب، باب : جعل الله الرحمة مائة جزء، 5/2236، الرقم 5654:

''امام محمد بن سیرین وخلاس دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اللہ عزوجل کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے اس نے ایک رحمت کو اہلِ دنیا کے درمیان تقسیم کردیا پس وہ ان کی اموات تک انہیں اپنے احاطہ میں لیے رہے گی جبکہ ننانوے رحمتوں کو اس نے اپنے اولیاء کے لئے محفوظ کرلیا ہے۔** اللہ تعالیٰ اہلِ دنیا پر تقسیم کی جانے والی رحمت اور باقی ننانوے کو اپنے قبضہ میں لینے والا ہے پھر قیامت کے دن وہ ان سو رحمتوں کی اپنے اولیاء پر تکمیل کرے گا۔''

اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے، اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور انہوں نے اس لفظ کے ساتھ اسے بیان نہیں کیا۔ شیخین نے اس مفہوم میں دو احادیث پر اتفاق کیا

ہے۔

الحاكم في المستدرک، 1/ 123، الرقم: 185، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/ 514، الرقم: 10681۔

اولیاء اللہ کے سلاسل سے منسلک اور نسبت رکھنے والے

اسی رحمت کے سبب، جو اللہ رب العزت اپنے اولیاء کو عطا فرمائے گا اس کے نتیجے میں بے شمار امتی جو اولیاء اللہ سے منسلک رہے دنیا میں ان سے محبت کی ان کا دامن پکڑے رہے ان کی ذکر کی محفلیں سجاتے رہے وہ سب بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **میری امت کے ستر ہزار یا سات لاکھ افراد (بغیر حساب وعذاب کے) جنت میں داخل ہوں گے، یہ ایک دوسرے کو (نسبت کی وجہ سے باہم) تھامے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ ان کا پہلا (قیادت کرنے والا) اور آخری شخص جنت میں داخل ہو جائے گا۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔**''

البخاری فی الصحیح، کتاب: الرقاق، باب: یدخل الجنة سبعون ألفاً بغیر حساب، 5/ 2396، الرقم: 6177

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ستر ہزار افراد ایسے عطا کیے گئے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور ان کے دل ایک شخص کے دل کے مطابق ہوں گے۔ میں نے اپنے رب عزوجل سے زیادہ چاہا تو اس نے (اپنے ان مقربانِ خاص کی سنگت اختیار کرنے والوں کا خیال رکھتے ہوئے ان میں سے) ہر ایک کے ساتھ مزید 70 ہزار کا میرے لئے اضافہ فرمایا۔

اسے امام احمد، ابو یعلی اور ابنِ کثیر نے روایت کیا ہے۔

أحمد بن حنبل في المسند، 1/6، الرقم: 22

أبو يعلى في المسند، 1/104، الرقم: 112

وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 1/393

والهيثمي في مجمع الزوائد، 10/410.

ایک گُنہگار نافرمان کی بخشِش کا سبب

حضرتِ سیّدُنا موسیٰ کلیمُ اللّٰہ علٰی نَبِیِّنا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی قوم میں ایک شخص اِنتہائی گُنہگار تھا اس نے اپنی ساری زِندگی اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کی نافرمانیوں میں بَسر کی، جب وہ مر گیا تو بنی اسرئیل نے اسے یُونہی بے گوروکفن گندگی کے ڈھیر پر ڈال دیا۔

اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کی طرف وَحْی بھیجی کہ ہمارا ایک دوست فوت ہوگیا ہے اور لوگوں نے اسے گندگی پر پھینک دیا۔ تم اُسکو اُٹھاؤ اور عِزَّت واِحْتِرام کے ساتھ اس کی تَجْہِیز وتَکْفِین کرواور اس کا جَنازہ پڑھادو۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلام اس جگہ پہنچے تو دیکھا کہ وہ تو ایک گُنہگار شخص تھا، آپ کو حیرت تو بہت ہوئی لیکن اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ کے حُکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ عَلَیْہِ السَّلام نے نہایت اِعزاز واِکرام کیساتھ اس شخص کی تَجْہِیز وتَکْفِین کی اور نمازِ جنازہ پڑھا کر دَفنا دیا۔

بعد میں آپ عَلَیْہِ السَّلام نے دَربارِ اِلٰہی عَزَّ وَجَلَّ میں عرض کی:، یا اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ! یہ شخص تو بڑا مُجرم وخطا کار تھا، ایسے اِعزاز کا حَقْدار کیسے ہوگیا؟ اللّٰہ عَزَّ وَجَلَّ نے فرمایا:

اے موسیٰ! تھا تو یہ واقعی بہت گُنہگار اور سخت سزا کا حَقْدار مگر اسکی یہ عادت تھی کہ جب کبھی توریت کھولتا: وَنَظَرَ اِلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبَّلَہٗ وَوَضَعَہٗ عَلٰی عَیْنَیْہِ وَ صَلّٰی عَلَیْہِ، اور محمدِ عربی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نامِ پاک کو دیکھتا تو فرطِ محبَّت سے اس نامِ پاک کو چومتا، اسے آنکھوں سے لگاتا اور آپ کی ذاتِ

طیبہ پر دُرُودِ پاک کے پھول نچھاور کرتا تھا، "فَشَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حَوْرَاءَ، پس میں نے (اسی عمل کی وجہ سے) اسے قدر ومنزلت عطا کی اس کے گُناہوں کومُعاف کردیا اور ستّر حُوریں اس کے نِکاح میں دیں۔"

(حلیۃ الاولیاء، وہب بن منبہ، ۴/ ۴۵، حدیث: ۴۶۹۵)

حضرت علیؓ شیر خدا نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز کو قربان کردیا

ابن حجرؒ اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ غزوہءخیبر کے دوران قلعہ صہباء کے مقام پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں سرِ انور رکھ کر اِستراحت فرما رہے تھے۔ اور نماز عصر کا وقت قضا ہوگیا۔ حضرت علیؓ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام کا خیال رکھتے ہوئے نماز وقت پر ادا نہ کرسکے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ بے شک علیؓ آپ کی اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں مصروف میں ہے"

مولی علی نے واری تری نیند پر نماز
اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلی خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت واجب ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات یافتہ ہو گیا اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ غرق ہو گیا

المستدرك علی الصحیحین ج ۲ ص ۳۷۳۔ یہ حدیث صحیح ہے اور شرط مسلم پر ہے۔

امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ''الشرف المؤبد لآل محمد'' میں فرماتے ہیں کہ امور دینیہ اور عقائد اسلامیہ میں سے اہم ترین عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں، تمام فرشتوں اور تمام رسولوں سے افضل ہیں اور آپ کے آباء تمام کے آباء سے اور آپ کی اولاد ہر ایک کی اولاد سے اشرف و اعلیٰ ہے کیونکہ ان کا حسب ونسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہے وہ حضور کے قرابتدار اور حضور کی طرف منسوب ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہیں۔

اس میں بھی شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہر مسلمان پر فرض ہے اور جس قدر یہ محبت کامل ہو گی، ایمان کامل ہو گا اور جس قدر محبت ناقص ہو گی ایمان بھی ناقص ہو گا۔ وہ حضرات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہیں اور آپ سے نسبی رشتہ رکھتے ہیں مثلاً آپ کے آباء کرام اور آپ کی اولاد امجاد، ان کی محبت بھی آپ ہی کی محبت ہے۔

حضور کے قرابتداروں سے محبت رکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ان سے محبت رکھنا تمام مسلمانوں پر واجب ٹھہرایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُل لاَّ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى [23:42]

فرما دیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت داروں سے محبت

امام جلال الدین سیوطی نے در منشور میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ : (قُلْ لاَّ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) قَالُوْا : يَارَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُكَ هَؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ : عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت:

(قُلْ لاَّ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى[23:42]) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! آپ کے قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **علی، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے (حسن وحسین)۔''**

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 3/47، الرقم: 2641

الهیثمی فی مجمع الزوائد، 9/168

علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں اسی آیت مودۃ کی تفسیر میں ایک طویل اور خوبصورت حدیث نقل کی جسے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، قرطبی اور دوسروں نے بھی اپنی تفسیروں میں اس کے کچھ حصے نقل کئے ہیں۔ یہ حدیث واضح طور پر مراتب و مقام اور فضیلتِ آلِ محمد کو بیان کرتی ہے۔ ہم بھی اس کو اس کی اہمیت کے پیشِ نظر تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من مات علی حب آل محمد مات شهیدا.

''جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس نے **شہادت کی موت** پائی''۔

الا ومن مات علی حب آل محمد مات مغفورا له.

''آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ ایسا ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے''۔

الا ومن مات علی حب آل محمد مات تائبا.

''آگاہ ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ گناہوں سے تائب ہو کر مرا''۔

پھر فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد مات مومنا مستکمل الایمان.

''خبردار ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا''۔

اور فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد بشره ملك الموت بالجنة ثم منکرو نکیر.

''آگاہ ہو جاؤ، جو اہل بیت کی محبت میں مرا اسے حضرت عزرائیل علیہ السلام (موت کے فرشتے) اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیں گے''۔

پھر ارشاد فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما یزف العروس الی بیت زوجها.

''آگاہ ہو جاؤ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کو ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو اس کا شوہر گھر لے جاتا ہے''۔

اور فرمایا:

الا ومن مات علی حب آل محمد فتح له فی قبره بابان الی الجنة.

’’خبردار ہو جاؤ۔ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے‘‘۔

اَ لَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰہُ قَبْرَہ مَزَارَ مَلا ئِکَۃِ الرَّحْمَۃِ

آ گاہ ہو جا یئے کہ جو کوئی محبتِ آلِ محمد میں مرا اللہ نے اُس کی قبر کو فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دیا

الاومن مات علی حُب آل محمد مات علی السنته والجماعت

جو شخص آل محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ اہلسنت والجماعت پر فوت ہوا

اَ لَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جاءَ یَوْمَ القِیامَۃِ مَکْتُوْب بَیْنَ عَیْنَیْہِ اٰیِسٌ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ

خوب ذہن نشین کر لو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ’’**اللہ کی رحمت سے نا امید**‘‘

اَ لَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا

خبردار! جو شخص آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ کافر مرا

اَ لَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔

کان کھول کر سن لو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا

(تفسیر کبیر الجزء السابع والعشر ون ص166-165 تفسیر کشاف، ج3، ص467)

حسن و حسین علیہ السلام سے محبت واجب ہے

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن اور حسین علیہما السلام کے متعلق فرماتے ہوئے سنا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر ان دونوں سے محبت کرنا واجب ہے۔‘‘

1. طیالسی، المسند، 1 : 327، رقم : 2052. ھیثمی، مجمع الزوائد، 9 : 180

حسنین علیہما السلام سے محبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے۔

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی۔‘‘

1. ابن ماجه، السنن، باب فی فضائل اصحاب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم، 1 : 51، رقم: 143

2. نسائی، السنن الکبریٰ، 5: 49: رقم: 8168

3. احمد بن حنبل، المسند، 2: 288، رقم: 7863

اللہ محبوب رکھتا ہے جو حسنین کریمین سے محبت کرے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین علیہما السلام کے لئے فرمایا: جس نے ان سے محبت کی اس سے میں نے محبت کی، اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ محبت کرتا ہے، اور جس کو اللہ محبوب رکھتا ہے اسے نعمتوں والی جنتوں میں داخل کرتا ہے۔‘‘

1. طبرانی، المعجم الکبیر، 3: 50، رقم: 2655

2. هیثمی، مجمع الزوائد، 9: 181

3. شوکانی، در السحابه فی مناقب القرابة والصحابه : 307

’’سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی، **اور جس نے مجھ سے محبت کی اس سے اللہ نے محبت کی، اور جس سے اللہ نے محبت کی اس نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔‘‘**

حاکم، المستدرک، 3:181، رقم: 4776

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

’’حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: **جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی ٹھکانہ پر ہوگا۔**‘‘

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 641، ابواب المناقب، رقم : 3733
2. احمد بن حنبل، المسند، 1 : 77، رقم : 576
3. احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، 2 : 693، رقم : 1185

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’میں درخت ہوں، فاطمہ اس کی ٹہنی ہے، علی اس کا شگوفہ اور حسن و حسین اس کا پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے اس کے پتے ہیں، یہ سب جنت میں ہوں گے، یہ حق ہے حق ہے۔‘‘

1. دیلمی، الفردوس بمأ ثور الخطاب، 1 : 52، رقم : 135
2. سخاوی، استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ذوی الشرف : 99

روز قیامت محبان اہل بیت کی ضیافت

عَنْ عَلِيٍّ رضی الله عنه، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: قَالَ: أَنَا وَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَة وَ حَسَنٌ وَ حُسَيْنٌ مُجْتَمِعُوْنَ وَ مَنْ أَحَبَّنَا، يَوْمَ الْقِيَامَة نَأْكُلُ وَ نَشْرَبُ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ الْعِبَادِ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں، علی، فاطمہ، حسن و حسین اور ہم سے محبت کرنے والے سب روزِ قیامت ایک ہی جگہ اکٹھے ہوں

گے۔ قیامت کے دن ہمارا کھانا پینا بھی اکٹھا ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں میں فیصلے کر دیئے جائیں گے۔''اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 3/ 41، الرقم: 2623، والهيثمي في مجمع الزوائد، 9/ 174

قیامت کا دن ہوگا، حشر کا میدان ہوگا، نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رب کائنات نے ہمارے لیے دعوت کا انتظام کیا ہوگا۔ فرمایا جائے گا میرے محبوب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو، تیرے اہل بیت اور ان کے محبین اکٹھے ہوجائیں، آپ سب کیلیے دسترخوان آرہا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ حساب وکتاب میں مشغول ہوں گے، اور میں، میرے اہل بیت اور ہمارے محبین وہاں بیٹھ کر ضیافت کھارہے ہوں گے، ہمارا کھانا پینا اکٹھا ہوگا۔ یادرکھو لوگو! حشر کا دن باقی سب کیلیے قیامت کا دن ہوگا، مگر تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانوادہ اوران کے محبین کیلیے ضیافت کا دن ہوگا۔۔۔ کبھی کھاتے پیتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کو تکتے ہیں۔۔۔ اور جب سر اٹھاتے ہیں تو جلوۂ خدا جل جلالہ کو تکتے ہیں۔۔۔ آج خدا بھی بے نقاب ہے اور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بے نقاب ہے۔۔۔ دو نظارے کرتے ہیں۔۔۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس دسترخوان پہ ہوگا کیا؟ رب کائنات جل جلالہ کا گھر ہے۔۔۔ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام مہمان خصوصی ہیں اور سارے محبین وغلامان مہمان بن کے آئے ہوئے ہیں۔۔۔ اور دسترخوان رب کائنات کا ہے۔۔۔ آپ خود اندازہ کرلیں کہ کیا انتظام ہوگا۔۔۔

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین علیہما السلام کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔''

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 5:661، ابواب المناقب، رقم : 3782
2. ذہبی، سیر اعلام النبلاء، 3:252
3. شوکانی، نیل الاوطار، 6:140

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

''حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔''

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 5:656، ابواب المناقب، رقم : 3769
2. ابن حبان، الصحیح، 15 :423، رقم: 6967

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

1. ابن ماجہ، السنن، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1 : 51، رقم: 143
2. نسائی، السنن الکبری، 5:49 : رقم: 8168
3. احمد بن حنبل، المسند، 2:288، رقم: 7863
4. طبرانی، المعجم الاوسط، 5:102، رقم: 4795

تاجدار عرب وعجم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے جس نے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی، جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ذرا غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھنے والے کا کہاں ٹھکانہ ہے؟ اس کے دین اور ایمان کی کیا وقعت ہے؟

شان وعظمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہ تخلیق کائنات ہیں

قرآن وحدیث اوران کی تشریحات وتوضیحات کا تمام ذخیرہ چھان لیں ہمیں ازاوّل تا آخر ایک ہستی، ایک ذات اور ایک شخصیت دکھائی دیتی ہے جو اس پوری بزم کون ومکان میں محبوبیت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہے اور وہ ہے ہمارے آقائے نامدار حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس۔ تمام خلق میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کیسے ہوتا کہ خالق نے تو اس عالم وارض وسماء میں جن وانس اور موت وحیات کا نظام بنایا ہی اسی کے لیے ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ قدسی کا مضمون ملاحظہ کریں جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وعزتي و جلالي لولاك ما خلقت الجنّة ولولاك ما خلقت الدّنيا.

’’میری عزت وعظمت کی قسم، اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو جنت کو بھی پیدا نہ کرتا اور اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو پھر دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا۔‘‘

ديلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، 5:227، رقم: 8031

ایک اور حدیث جسے کثیر ائمہ ومحدثین نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الأَفْلَاكَ.

’’محبوب! اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو کائنات ہست وبود کو بھی وجود میں نہ لاتا۔‘‘

1. عجلوني، كشف الخفاء، 2:214، رقم: 2123

2. آلوسي، تفسير روح المعاني، 1:51

معروف مفسر امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (م 1270ھ) نے تفسیر روح المعانی میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں اس حدیث کو بیان کیا ہے پھر اسی روایت کو سورۃ الفتح کی آیت إِنَّا

فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِينًا میں "لَكَ" کی تفسیر میں لکھا ہے:

أن لام (لَكَ) للتعليل و حاصله أظهرنا العالم لأجلك و هو فى معنى ما يرونه من قوله سبحانه (لولاك لولاك ما خلقت الأفلاك).

"(لَکَ) میں لام تعلیل کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ ہم نے عالم کو آپ کی خاطر ظاہر کیا، اس کا یہ معنیٰ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں بیان ہوا ہے کہ (اے حبیب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کائنات کو پیدا نہ کرتا۔"

آلوسي، تفسير روح المعاني، 129:26

معلوم ہوا کہ مفسرین اور دیگر ائمہ نے اس روایت پر اعتماد کیا ہے۔ الفاظ میں فرق تو ہوسکتا ہے لیکن معناً یہ روایت بالکل درست ہے، نور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوّلیت تخلیق کے حوالے سے ذخیرۂ کتب احادیث میں کئی روایات ملتی ہیں۔ علامہ عجلونی (1162ھ) نے مذکورہ بالا روایت کے بارے میں لکھا ہے۔

و أقول لكن معناه صحيح و إن لم يكن حديثا.

"میں کہتا ہوں کہ اگر یہ حدیث نہ بھی ہو تو بھی یہ روایت معناً صحیح ہے۔"

ائمہ کاملین اور اجل محدثین و مفسرین کرام نے تخلیقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے مروی احادیث کو قبول کر کے اپنی گراں قدر تصانیف میں جگہ دی ہے اور پھر ان کی تشریح و تعبیر کر کے یہ ثابت کیا کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات سے نہ صرف افضل و برتر ہیں بلکہ وجہ تخلیقِ کائنات بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یعنی کائنات کو وجود میں لانے کا واسطہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہرے، بقول مولانا ظفر علی خان

گر ارض و سما کی محفل میں لَوۡلَاكَ لَمَا کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل الخلق اور سراپا نور ہیں

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیٔ.

(تفسیر روح البیان، 370:2)

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ پھر میرے نور سے ہر چیز کو بنایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا: "اے جبرائیل! ذرا یہ تو بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے۔۔؟" حضرت جبرائیل صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا" یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے اپنی عمر کا صحیح اندازہ تو نہیں ہے، لیکن اتنا یاد ہے کہ ساری کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حجاباتِ عظمت میں سے چوتھے پردے میں ایک ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر (70) ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا۔ اور میں نے اپنی زندگی میں وہ ستارہ بہتر (72) ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔۔!"

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمانے لگے" **اے جبرائیل! مجھے اپنے ربِ ذوالجلال کی عزت کی قسم، وہ (چمکنے والا) ستارہ میں (محمد) ہی ہوں"** (کتاب: السیرۃ الحلبیہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 30)

روح البیان صہ ۹۷۴

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا کیا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق (کو پیدا کرنے) سے پہلے تمہارے نبی (محمد مصطفی) کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا فرمایا،** یہ نور اللہ

تعالیٰ کی مشیت سے جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ (کوئی) فرشتہ تھا نہ آسمان تھا نہ زمین، نہ سورج تھا نہ چاند، نہ جن تھے اور نہ انسان، جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوق کو پیدا کرے تو اس نے اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصہ سے قلم بنایا، دوسرے حصہ سے لوح اور تیسرے حصہ سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے حصہ کو (مزید) چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصہ سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے حصہ سے کرسی اور تیسرے حصہ سے باقی فرشتے پیدا کئے۔ پھر چوتھے حصہ کو مزید چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصہ سے آسمان بنائے، دوسرے حصہ سے زمین اور تیسرے حصہ سے جنت اور دوزخ بنائی۔ ۔۔ آگے طویل حدیث بیان ہوئی ہے۔" اسے امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے۔

عبد الرزاق فی المصنف (الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف)، 63/1، الرقم : 63، والقسطلانی فی المواهب اللدنية، 71/1، وقال : أخرجه عبد الرزاق بسنده، والزرقانی فی شرح المواهب اللدنية، 91،89/1، والعجلونی فی کشف الخفاء، 311/1، الرقم : 827

حقیقت بشریت مصطفیٰ ﷺ

حضور اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور لباس بشریت میں اس دنیا میں بھیجا۔ جان لیں کہ حضور اکرم ﷺ کے قدموں کی جگہ کو فنا نہیں آپ کہیں گے کیسے اب اس پر بھی ایک دلیل دے دوں تا کہ پختہ ہو جائے عقیدہ۔ جہاں تاجدارِ کائنات کا روضہ اطہر ہے وہ اس زمین کا حصہ ہی نہیں ہے وہ جنت کا ٹکڑا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ نہیں مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ

میرے آقا نے فرما دیا اور یہ وہ حدیث ہے جو آج بھی سعودی عرب کے حکمرانوں نے لکھ

رکھی ہے۔ ریاض الجنہ میں داخل ہو تو حدیث لکھی ہوئی ہے اسے مٹایا نہیں جا سکا جب رَوۡضَةٌ مِنۡ رِيَاضِ الۡجَنَّةِ کو مٹایا نہیں جا سکا اس خطے کو کیسے مٹایا جا سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے گھر سے لے کر میرے منبر تک کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ یہاں میرے آقا کی قبرِ انور بنی تو حضور کی قبرِ انور بھی آپ کے اس دنیا کی زمین سے نہیں ہے آپ کون سی مثلیت کی باتیں کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے جیسے ہیں ارے خدا نے تو آپ کی زمین کی جگہ پہ مصطفیٰ ﷺ کی قبر ہی نہیں بنائی آپ جیسے کیسے ہو گئے؟

اور جب مصطفیٰ ﷺ کی بشریت کی تشکیل کا وقت آیا، اٹھایئے شرف المصطفیٰ کو امام نیشاپوری روایت کرتے ہیں فرمایا جبرائیل ملائکہ کو لے کے جا میں مصطفیٰ ﷺ کی بشریت کا پیکر بنانے والا ہوں اور ہر پیکر انسانی مٹی سے بناتا ہوں

خَلَقۡتَهُ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِنۡ حَمَإٍ مَسۡنُونٍ

ہر پیکر انسانی بشریت کا پیکر مٹی سے بناتا ہوں مصطفیٰ کا بھی پیکر بشریت مٹی سے بنانا ہے مگر اس مٹی سے نہیں بنانا چاہتا جو زمین کی مٹی ہے جا ایک خاص مٹی لا جس مٹی سے مصطفیٰ کا پیکر بشریت کا خمیر بناوں گا جبرائیل امین نے عرض کیا مولا وہ مٹی کہاں سے لوں کہاں جاؤں فرمایا مدینہ جا اس مقام پر بھیجا جو رِيَاضِ الۡجَنَّةِ کہلاتا ہے جہاں آج قبر مصطفیٰ ﷺ ہے جہاں بیعت عائشہ تھا جو خانہ مصطفیٰ ﷺ تھا اس جگہ جہاں قبر انور کی جگہ سے جبرائیل امین نے مٹی لی اور بشریت کی پیکر کی تشکیل کی۔

اب جبرائیل امین کے بھیجنے سے پہلے اس زمین پر جنت کا ایک باغ منتقل کر دیا جنت کا خطہ رکھ دیا اور زمین کے ساتھ ملا کر جنت کا ٹکڑا رکھ کر جبرائیل کو بھیجا کہ مٹی کا نام بھی رہ جائے کہ قرآن میں ہے۔ نام بھی رہ جائے کہ مٹی سے بنایا ہے اور مٹی ہو بھی نہیں۔ مٹی کا نام ہو پر مٹی

نہ ہوتو جنت کا باغ رکھ دیا اور جنت کی مٹی اٹھائی اور جنت کی مٹی سے مصطفیٰ ﷺ کی بشریت کا خمیر بنایا۔ قارئین محترم اب ایک بات یاد رکھ لیں ساری جنت نور ہے جنت کے درخت نور جنت اس عالم مادیت کی شہ نہیں ہے جنت سدرت المنتہا کے پڑوس میں ہے جنت عالم نور کا مقام ہے جنت کے درخت نور جنت کے باغات نور جنت کی حوریں نور جنت کے غلمان نور جنت کے محلات نور جنت کے چشمیں نور حدیث پاک اور قرآن میں اور جنت کے میدان نور جنت کے پتھر نور کنکریاں نور جنت کی مٹی نور جنت کی ہر ہر شے نور۔ جنت کی مٹی نور ہے یہ نام دیئے ہوئے ہیں آپ کو اور ہمیں سمجھانے کے لیے دنیاوی نام بھئی یہ مٹی ہے یہ پانی ہے یہ قصور ہیں یہ حور ہیں یہ درخت ہیں یہ باغات ہیں اگر یہ ہماری زندگی کے نام نہ رکھے جائیں تو ہمیں سمجھ کیسے آئے اگر اس کے نام الگ رکھ دیئے جائیں ہم جن ناموں سے شناسائی نہ ہوں تو بات ہمیں سمجھائی کیسے جاتی ہمیں سمجھانے کے لیے یہ نام ہیں جو حقیقت میں سب نور ہیں۔

ہمیں سمجھانے کے لیے کہ باغ ہونگے چشمے ہونگے نور وقصور ہونگی جنت کے میدان ہونگے ہمیں سمجھانے کے لیے نام رکھے گئے وہ نام کی مٹی ہے کام کی نہیں وہ نور ہے وہ ایک مرتبہ نور ہے تو مصطفیٰ کی بشریت کا پیکر بھی نور سے بنایا گیا۔ ارے تاجدار کائنات کی ذات کے باب میں بشریت ونورانیت کا جھگڑا کرنے والوں یہ مسئلہ سمجھو۔ نہ بشریت کا انکار ہے نہ نورانیت کا انکار ہے۔نورانیت بھی حق ہے بشریت بھی حق ہے بشریت بھی ہے نورانیت بھی ہے یہاں تک تو ہو گیا کہ ہے اب آگے سمجھو کہ وہ ہے کیا؟ مصطفیٰ کی نورانیت بھی ہے بشریت بھی ہے پر مصطفیٰ کی بشریت بھی حقیقت میں نورانیت ہے بشریت مصطفیٰ بھی جنت کی مٹی سے بنی ہے جو سراپا نور ہے تو حضور کا بشر ہونا بھی نور ہے جب بشر ہونا نور رہا تو نور ہونا پھر نُورٌ علیٰ نُور رہوا

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم - شانِ امیت

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ ،

جولوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی ہے، اور نبی بھی **اُمی** ہے۔ نبی اور اُمی کا جوڑ کیا ہے؟ یہ خاص نکتہ توجہ طلب ہے۔ لفظ نبی، "نَبَأٌ" سے نکلا ہے۔ "نَبَأٌ" کا معنی ہے خبر۔ تو نبی کا معنی ہے وہ ذات جو باخبر ہو۔ آگے فرمایا 'الاُمی'، ایسا باخبر ہے نبی کہ اُمی ہے، اور اُمی کہتے ہیں جو دنیا میں کسی سے کچھ نہ پڑھا ہو۔ اب یہ جو لفظ اُمی ہے، اس کے دو ترجمے ہیں۔

ایک باخبروں کا ترجمہ ہے، ایک بے خبروں کا ترجمہ ہے۔ تو بے خبر اور بے ادب لوگوں نے قرآن کا ترجمہ کر کے اُمی کا ترجمہ کیا، معاذ اللہ "ان پڑھ"۔ تو جو اُمی کو ان پڑھ کہتا ہے، وہ خود بے خبر اور ان پڑھ ہے۔

دوسری طرف قرآن نے فرمایا هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا اللہ کی ذات وہ ذات ہے جس نے اُمّیوں میں اپنا رسول بھیجا، مِّنۡهُمۡ ان میں سے، کیوں؟ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ تا کہ ان پر ہماری آیات پڑھے۔ اور بھیجا ان پڑھوں میں تا کہ انہیں پڑھائے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ان پڑھوں کو پڑھانے کے لیے کبھی ان پڑھ بھیجا جاتا ہے؟

اس سے بڑا مذاق کیا ہوگا؟ فرمایا، پیروی کرو اس رسول کی جو نبی ہے، یعنی باخبر ہے۔ معلوم ہوا، باخبر ہے، تو اُمی کا معنی کیا ہوا؟ حضور کا اُمی ہونا اس سے مراد یہ ہے کہ ساری کائنات میں کسی اور نے اسے کوئی خبر نہیں دی، ساری خبر اس کو خدا نے دی ہے۔ ان پڑھوں کو پڑھانے کے لیے آیا ہے، مگر چونکہ اُمی ہے، اس لیے دنیا میں کسی سے پڑھ کے نہیں آیا،

صرف اللہ سے پڑھ کے آیا ہے۔ اگر دنیا میں کسی سے پڑھ کے آیا ہوتا تو پھر جس سے خود پڑھ کے آیا ہوتا وہ اس کے پڑھائے جانے سے خارج ہو جاتا۔

دنیا میں انسان اگر کسی استاد سے پڑھنا یا لکھنا سیکھے تو اس میں سیکھنے والا اور سیکھانے والا دنوں سے غلطی کا امکان ہے۔ کیونکہ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اور ضروری نہیں جو بات سیکھائی جارہی ہو وہ 100٪ صحیح ہو۔

مگر انبیاء کرام کو اللہ رب العزت نے ہر خطا سے پاک رکھا۔ اور انبیاء کرام کے سردار حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کو ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا۔ تو حضور اکرم ﷺ کو علم سیکھانا کسی بے عیب استاد ہی کا کام ہے اور وہ خدائے رب ذوالجلال والاکرام کی ذاتِ اقدس ہے۔ اور ایسا استاد چاہیے جس کا علم بھی لامحدود ہو۔ تو وہ ذات بھی خدائے رحمان کے علاوہ کوئی نہیں۔ اسی لیے اللہ ربّ العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو **شان امی** سے نوازا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی دنیاوی استاد سے نہیں پڑھے **بلکہ آپ ﷺ کو پڑھانے والا بے عیب ذات اور لامحدود علم والا اللہ رب العالمین ہے**۔ اللہ نے فرمایا

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ

ہم نے آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ حضور یہ نہیں جانتے تھے، حضور کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا تو وہ آیت قرآنی کو چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے۔ جس کے انجام سے ہر انسان کو ڈرنا چاہئے۔

جو پوری کائنات کو پڑھنا لکھنا سیکھانے آیا ہو وہ پھر کسی دنیاوی استاد کا محتاج نہیں بلکہ ساری مخلوقات اس رسول معظم ﷺ کی محتاج ہے۔ ساری مخلوقات کو علم کی خیرات حضور اکرم ﷺ کے در سے ملتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ شہر علم ہیں اور تمام علوم اس معلم اعظم ﷺ کے قدموں کی خیرات لے کر ارتقاء کی بلندیوں پر روشنی بکھیر رہے ہیں۔ وہ

روشنی روشنی ہی نہیں جو آفتاب رسالت کے وجود مسعود سے اکتساب شعور نہ کرے۔ وہ علم علم ہی نہیں جو دہلیز مصطفی ﷺ کی دریوزہ گری سے کسب نور نہ کرے۔

کائنات میں بزرگی اور فضیلت علم کے سبب ہے

علم ہے ہی وہی جو حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے مخلوقات میں پھلا۔ اور اسی علم کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر اللہ نے فضیلت دی۔

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر تمام اشیاء پیش فرمائیں اور بطورِ الہام کے آپ کو ان تمام چیزوں کے نام، کام، صفات، خصوصیات، اصولی علوم اور صنعتیں سکھا دیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے فرشتوں پر افضل ہونے کا سبب ''علم'' ظاہر فرمایا: اس سے معلوم ہوا کہ علم خلوتوں اور تنہائیوں کی عبادت سے افضل ہے۔ آدم علیہ السلام کو صرف تمام اشیاء کے نام سیکھائے اور حضور اکرم ﷺ کو کائنات کی ہر شے کی معرفت عطا فرمائی

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا شب معراج میرا رب میرے پاس (اپنی شان کے لائق) نہایت حسین صورت میں آیا پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ **اور میں وہ سب کچھ جان گیا جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے**

ایک اور روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اور میں جان گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے**

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اور مجھ پر ہر شے کی حقیقت ظاہر کر دی گئی جس سے میں نے (سب کچھ) جان لیا**

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **پس مجھ سے دنیا و آخرت کے بارے میں کیئے جانے والے سوالات کے جوابات میں نے اسی مقام پر جان لئے**

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اور میں نے دنیا و آخرت کی ہر ایک شے کی حقیقت جان بھی لی اور دیکھ بھی لی**

''اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: * پس مجھ سے جب بھی کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا تو میں نے اسے جان لیا۔ پس اس کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھ سے کسی شے کے متعلق سوال کیا گیا ہو اور میں اسے جانتا نہ ہوں *

الترمذی فی السنن، کتاب : تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب : ومن سورۃ ص، 5/366-368، الرقم : 3233-3235،

اور کوئی غیب تم سے نہاں ہو بھلا

جب خود خدا ہی نہ چھپا، تم پہ کروڑوں درود

کائنات کا سب سے بڑا غیب اللہ رب العزت کی ذاتِ مبارکہ ہے جب اللہ نے خود حضور اکرم ﷺ اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (13 - النجم) اور بیشک انہوں نے تو اُس (جلوۂ حق) کو دوسری مرتبہ (پھر) دیکھا

تو بتائیں اب وہ کون سی شے ہی جو اب بھی حضور اکرم ﷺ سے پوشیدہ رہی؟ کیا اللہ کی

ذات سے بڑھ کر بھی کوئی شے ہو سکتی ہے جو پوشیدہ ہو؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا سے لوگ عالم بنے

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا ، پس منبر سے اُترے ، نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُتر کر عصر کی نماز پڑھائی

پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ *تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا ، اُن سب کی خبر دے دی۔ تو ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جو اُن باتوں کو زیادہ یاد رکھا ہے *

صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ ، باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیما یکون الی قیام الساعۃ ، حدیث: ۲۸۹۲

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ لہٰذا جو اس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اس دروازے سے آئے *

اس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے

کیا جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر ہو سکتا ہے؟

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ

فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہو سکتے ہیں؟

جو مفتی عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ پڑھ پڑھ کر مفتی بنا عالم بنا وہ حضور پر اعتراض کرتا ہے کہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے استغفر اللہ العظیم ایسے جاہل علماء دجال سے بھی

زیادہ خطرناک ہیں

گمراہ علماء دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہیں

ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھا اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

مجھے میری امت کے لئے دجال سے بھی زیادہ خدشہ (ایک اور چیز کا) ہے"

آپ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا۔ میں نے کہا! اے اللہ کے رسول ﷺ، وہ کیا چیز ہے جس کا آپ دجال کے علاوہ اپنی امت پر خوف کرتے ہیں؟ تو فرمایا **گمراہ ائمہ"**

(مسند امام احمد 20335، 21334 اور 21335]

اگر بچپن سے ادب رسول ﷺ تعظیم رسول ﷺ محبت رسول ﷺ نہیں سکھائی جائے تو کتنا بڑا مفتی بن جائے نکلے گا گستاخ ہی۔ جسے حضور اکرم ﷺ کی شان وعظمت کی معرفت نہ ہو وہ پھر گستاخیاں ہی کرے گا۔ ابلیس بہت بڑا عالم تھا فرشتوں کو درسِ توحید دیتا تھا 6 لاکھ برس عبادت کی مگر کوئی اس کی حقیقت کو نہیں پہچان پایا اس کی حقیقت نبی کی تعظیم کے وقت کھلی اور نبی کی بے ادبی نے اسے مردود بنا دیا۔ یہی حال گستاخ علماء کا ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کی شان وعظمت کی معرفت عطا فرمائے یہی ہمارا مقصد حیات ہے کہ بس یہی ایک سوال قبر میں ہر مسلمان سے کیا جائے گا کہ **بتا اس ہستی کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا؟**

شانِ علومِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عقیدہ علم غیب قرآن اور حدیث کی روشنی میں

غیب کسے کہتے ہیں؟

جمہور مفسرین کرام کے نزدیک غیب وہ ہے جو حِس سے چھپا ہوا ہو۔ تفسیر کبیر، جلد اول، ص: ۲۷۳

یعنی آنکھ، ناک، کان وغیرہ جو علم حاصل کرنے کے ذرائع ہیں، اُن سے جو معلوم نہ کیا جا سکے وہ غیب ہے۔ آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ غیب وہ چیز ہے جسے کوئی بھی انسان اپنی عقل اور سوچ وفکر کے ذریعے خود سے حاصل نہ کر سکے۔

نبی کا معنی

عربی زبان میں نبی کا مطلب ہے۔ غیب کی خبریں دینے والا اور ظاہر ہے کہ غیب کی خبر وہی دے گا جسے غیب کا علم ہوگا بغیر علم کے خبر جھوٹی ہوتی ہے جبکہ نبی کی خبر قطعی سچی ہوتی ہے۔ عربی کی لغت کی معتبر کتاب المنجد میں ہے۔

والنبوہ الاخبار عن الغیب أو المستقبل بالھام من اللہ الاخبار عن اللہ وما یتعلق بہ تعالی۔ المنجد، 784

''نبوت کا مطلب ہے اللہ کی طرف سے الہام پا کر غیب یا مستقبل کی خبر دینا۔ نبی کا مطلب اللہ اور اس کے متعلقات کی خبر دینے والا۔''

النبی المخبر عن اللہ لانہ انباء عن اللہ عزوجل فعیل بمعنی فاعل.
لسان العرب لابن منظور، افریقی، 9:14

''نبی کا معنی اللہ کی خبر دینے والا کیونکہ نبی نے اللہ کی خبر دی۔ فعیل فاعل کے معنی میں۔''

اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے۔ اللہ کا جو علم ہے وہ اس کا ذاتی ہے یعنی کسی کے دینے سے نہیں بلکہ اُسے خود حاصل ہے۔ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم عطائی ہے۔ تو خدا دینے والا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لینے والے ہیں اور یہ سب کو معلوم ہے کہ دینے والا اور لینے والا کبھی برابر نہیں ہوتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضور کے لئے علم غیب مانا جائے تو اُس سے حضور کا رب کے برابر ہونا لازم نہ آئے گا اور نہ یہ شرک ہوگا۔

اگر یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفتیں، اولیاء اللہ کی صفتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں، حادث ہیں تو یہ شرک یا برابری نہیں۔ قرآن شریف کی بہت سی آیتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمِ غیب ثابت ہے۔ اُن میں سے چند پیشِ خدمت ہیں۔

آیت نمبر ۱: وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ سورہ آل عمران، آیت: ۱۷۹

ترجمہ: اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو اپنے غیب پر مطلع کر دے لیکن اپنے رسولوں میں سے غیب کا علم عطا فرمانے کے لئے چُن لیتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۲: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ سورہ جن، آیت: ۲۶

ترجمہ: اللہ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔ اور بلا شبہ اللہ کے نزدیک تمام رسولوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی علم غیب حاصل

ہے۔

آیت نمبر ۳: وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ سورہ تکویر، آیت نمبر: ۲۴

ترجمہ: اور وہ { محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] غیب کی بات بتانے پر بخیل نہیں۔

یعنی غیب کی بات بتاتے ہیں۔ اور غیب کی باتیں وہی بتائے گا جس کے پاس غیب کا علم ہوگا۔

آیت نمبر ۴: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔ سورہ نساء، آیت: ۱۱۳

ترجمہ: ہم نے آپ کو سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ اور یہ اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

دیکھیئے، اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے صاف صاف لفظوں میں فرما دیا کہ { اے محبوب [آپ کو سکھا دیا جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے۔ اب بھی اگر کوئی یہ کہے کہ حضور یہ نہیں جانتے تھے، حضور کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا تو وہ آیت قرآنی کو چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی کرتا ہے۔ جس کے انجام سے ہر انسان کو ڈرنا چاہیئے۔

کثیر احادیث طیبہ سے بھی حضور کا علم غیب ثابت ہے۔ ان میں سے چند حاضر ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (معراج کی رات) میرا رب میرے پاس (اپنی شان کے لائق) نہایت حسین صورت میں آیا اور فرمایا: یا محمد! میں نے عرض کیا: میرے پروردگار! میں حاضر ہوں بار بار حاضر ہوں۔ فرمایا: عالِم بالا کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں نہیں جانتا۔ **پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اور میں وہ سب کچھ جان گیا جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔''**

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ایک اور روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور میں جان گیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اور اسی طرح ہم ابراہیم (علیہ السلام) کو آسمانوں اور زمین کی تمام بادشاہتیں (یعنی عجائباتِ خلق) دکھا رہے ہیں اور (یہ) اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائے۔'' (الانعام، 75:6)۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور مجھ پر ہر شے کی حقیقت ظاہر کر دی گئی جس سے میں نے (سب کچھ) جان لیا۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس مجھ سے دنیا و آخرت کے بارے میں کیئے جانے والے سوالات کے جوابات میں نے اسی مقام پر جان لئے۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور میں نے دنیا و آخرت کی ہر ایک شے کی حقیقت جان بھی لی اور دیکھ بھی لی۔

''اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس مجھ سے جب بھی کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا تو میں نے اسے جان لیا۔ پس اس کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مجھ سے کسی شے کے متعلق سوال کیا گیا ہو اور میں اسے جانتا نہ ہوں۔ الترمذی فی السنن، کتاب: تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: ومن سورۃ ص، 5/366-368، الرقم: 3233-3235،

کائنات کی ابتدا سے لے کر آخرت تک سب کی خبر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہمارے درمیان ایک

مقام پر کھڑے ہوئے اور **ہمیں کائنات کی ابتدا سے لے کر جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے اور جہنمیوں کے جہنم میں داخل ہونے تک کی خبر دی، اب جس نے اُسے یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔**

صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ: ھوالذی یبدءوا الخلق ثم یعید وھو اھون علیہ، حدیث: ۳۱۹۲

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا، پس منبر سے اُترے، نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُتر کر عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ **تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا، اُن سب کی خبر دے دی۔ تو ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جس نے اُن باتوں کو زیادہ یاد رکھا ہے۔** صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی ﷺ فیما یکون الی قیام الساعۃ، حدیث: ۲۸۹۲

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قیامت تک ہونے والی تمام باتیں بتا دی۔ اور کوئی ایسی بات نہ رہی جس کے بارے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ پوچھا ہو، البتہ میں نے یہ نہ پوچھا کہ مدینہ میں رہنے والوں کو، کون سی چیز مدینہ سے نکال دے گی۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی ﷺ فیما یکون الی قیام الساعۃ، حدیث: ۲۸۹۱

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: دجّال آئے گا اور مدینہ کے ایک کنارے میں قیام کرے گا، پھر مدینہ طیبہ کی زمین تین

مرتبہ کانپے گی تو ہر کافر اور منافق مدینہ سے نکل کر اُس کی طرف چلا جائے گا۔
صحیح بخاری، کتاب الفتن ، باب ذکر الدجال، حدیث: ۷۱۲۴

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلوں کی کیفیات بھی جانتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: **کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف اپنے سامنے دیکھتا ہوں؟ قسم بخدا، مجھ پر تمہارے رکوع و سجود کی ظاہری حالت مجھ پر پوشیدہ رہتی ہے اور نہ ہی باطنی خشوع و خضوع، بے شک میں اپنے پیچھے سے تمہیں ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے۔**

بخاری، کتاب الاذان، باب الخشوع فی الصلاۃ، حدیث: ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بتحسین الصلاۃ واتمامھا والخشوع فیھا، حدیث: ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جنگ بدر کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ فلاں کافر کے مرنے کی جگہ ہے [یہ کہتے جاتے تھے] اور اپنے ہاتھ کو زمین پر اِدھر اُدھر رکھتے تھے، پھر کوئی کافر حضور کی بتائی ہوئی جگہ سے ذرّا برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں مرا۔ صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر ، باب غزوۃ بدر، حدیث: ۱۷۷۹

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور کو یہ بھی معلوم تھا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اور یہ بات غیب کی ہے۔ لہذا اس سے حضور کا علم غیب واضح طریقے سے ثابت ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے آئے جب مدینہ شریف کے قریب پہونچے تو بڑے زور کی آندھی چلی یہاں تک کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ آندھی ایک منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شریف پہونچے تو منافقوں میں سے ایک بڑا منافق مر چکا تھا۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، حدیث: ۲۷۸۲

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے مدینہ شریف میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ایک منافق کے مرنے کی خبر دے دی اور یہ خبر بالکل صحیح ثابت ہوئی، یہی تو علم غیب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہم سے متعلق خبر آنے سے پہلے ہی حضور ﷺ نے ان کے شہید ہو جانے کی خبر لوگوں کو بتا دی تھی، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اب جھنڈا زید نے سنبھالا ہے لیکن وہ شہید ہو گئے۔ اب جھنڈا جعفر نے سنبھال لیا ہے، اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اب ابنِ رواحہ نے جھنڈا لیا ہے لیکن وہ بھی جام شہادت نوش کر گئے۔ آپ ﷺ یہ بیان فرما رہے تھے اور آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اب جھنڈا اللہ کی تلواروں میں ایک تلوار { خالد بن ولید] نے سنبھالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کو کافروں پر فتح عطا فرمائی ہے۔

صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ موتہ من ارض الشام، حدیث: ۴۲۶۲

یہ جنگ ملک شام میں لڑی گئی اور مجاہدین اسلام سے متعلق خبر آنے سے پہلے ہی حضور ﷺ نے مدینہ شریف میں رہتے ہوئے وہاں کی ساری باتیں یہاں پر صحابہ کرام سے بیان کر دیا۔ اور کسی صحابی نے اِس پر اعتراض بھی نہ کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ آپ مدینہ شریف میں رہتے ہوئے ملک شام میں ہونے والے واقعے کے بارے میں کیسے خبر دے رہے ہیں؟ معلوم ہوا کہ صحابہ بھی یہ مانتے تھے کہ آپ ﷺ کی نگاہوں کے سامنے کوئی چیز آڑ نہیں بن سکتی اور جس طرح آپ اپنی نگاہوں کے سامنے ہونے والے واقعات کو دیکھتے ہیں اُسی طرح دور دراز مقامات پر ہونے والے واقعات کو بھی بغیر کسی ظاہری ذریعے کے دیکھتے اور جانتے ہیں۔ یہی تو غیب کا جاننا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے

اللہ، ہمارے لئے برکت دے ہمارے ملک شام میں، ائے اللہ، ہمارے لئے برکت دے ہمارے ملک یمن میں۔ راوی نے کہا: صحابہ کرام نے عرض کیا: اور ہمارے "نجد" میں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: وہاں زلزے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کی سینگ ظاہر ہوگی۔ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما قیل فی الزلازل والآیات، حدیث: ۱۰۳۷

صحابہ کرام کی گذارش کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "نجد" {نیا نام ریاض سعودی عرب] کے لئے دعا نہ کرنا اور یہ بتانا کہ وہاں فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ یعنی امت کو گمراہ کرنے والا آدمی {محمد بن عبد الوہاب نجدی] پیدا ہوگا۔ اس کا تعلق علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

صحابہ کرام ہمیشہ کہتے اللہ وَرَسُولُہُ أَعْلَمُ

اہل علم اپنی بات کہنے کے بعد 'اللہ اعلم ورسولہ' کہتے ہیں, جو اللہ تعالیٰ, کے حضور عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت ہے اور ان کے دور سے مروج ہے۔ ایک دفعہ دورانِ سفر رات کے وقت بارش ہونے لگی صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوا؟ صحابہ کرام عرض گزار ہوئے: اللہ وَرَسُولُہُ أَعْلَمُ. اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ بخاري، الصحیح، 1524:4، رقم: 3916۔ مسلم، الصحیح، 83:1، رقم: 71

صحابہ کرام ہمیشہ کہتے کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ کل زخیرہ احادیث میں کوئی بندہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام نے کبھی کہا ہو کہ صرف اللہ بہتر جانتا ہے۔
یہ عقیدہ صرف برصغیر کے مولویوں نے گھڑا ہوا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر اعتراض کرنا منافقین کا کام ہے

مدینہ کے منافقوں نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمِ پاک پر اعتراض کیا اور کہا کہ "ہم ان کے زمانے میں اِن کے ساتھ رہ کے انہیں دھوکہ دیتے ہیں اور یہ ہمیں نہیں پہچان پاتے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ قیامت تک کہ سارے لوگوں کی اصلیت کو جانتے ہیں" جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہونچی تو کیا ہوا، حدیث کی زبانی سنئے اور خود فیصلہ لیجئے کہ کیا اس حدیث کے بعد بھی مصطفیٰ جانِ رحمت کے علمِ غیب سے انکار کی کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟؟؟

پوری حدیث حاضر خدمت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہو گئے اور قیامت کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے معاملات ہوں گے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس کو کسی چیز کے بارے میں پوچھنا ہو وہ پوچھ لے۔قسم بخدا، تم مجھ سے جس چیز کے بارے میں پوچھو گے میں اِسی جگہ رہتے ہوئے تمہیں اُس کے بارے میں بتادوں گا، صحیح مسلم کے حدیث نمبر: ۲۳۶۰ / میں یہ لفظ ہے کہ:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سلوني عمّ شئتم" **مجھ سے جو چاہو پوچھو** تو لوگ رونے لگے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ "مجھ سے پوچھو" حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھے کہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے باپ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارے باپ حذافہ ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: پھر حضور بار بار فرمانے لگے کہ: مجھ سے پوچھو، مجھ سے پوچھو۔تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے سے راضی اور خوش ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہوئے۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من کثرۃ السوال، حدیث: ۷۲۹۴۔ صحیح مسلم، حدیث: ۲۳۵۹

''عقیدہ'' گلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا پٹہ کا نام ہے: ایمان اور عقیدہ کی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ اپنے فکر نظریہ اور عقل کو خیر باد کہتے ہوئے ذاتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حبی، عشقی اور قلبی تعلق استوار کیا جائے اور علم و معرفت کے سارے پیمانے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر نچھاور کر دیئے جائیں۔ آقا علیہ السلام کے حوالے سے عقیدہ کیسا ہونا چاہئے؟ اس امر کی وضاحت لفظ ''عقیدہ'' سے ہی ہو جاتی ہے۔ عقیدہ ''عقد'' سے ہے اور عقد، قلادہ (پٹے) کو کہتے ہیں۔ اگر کسی جانور کے گلے میں پٹہ ہو تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا کوئی مالک ہے جس نے اس کے گلے میں پٹہ ڈالا ہے اور اگر جانور بغیر پٹے کے گھوم پھر رہا ہو تو کہتے ہیں اس کا کوئی والی، وارث اور مالک نہیں ہے۔ جب کسی کی غلامی و نوکری کا پٹہ گلے میں ڈال لیا جائے تو پھر نہ صرف اس غلام کی پہچان اس کا مالک بن جاتا ہے بلکہ اس محبوب پر سب کچھ نچھاور کر دیا جاتا ہے۔ عقیدہ صحیحہ کے لئے ایسا قلبی تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ سب کچھ ذاتِ مصطفی اور حرمت و تعظیم مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیا جائے۔ جس کے گلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کا پٹہ ہو تو اس کے اعمال اور سیرت و کردار سے پتہ چلے کہ یہ سگِ درِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ایسا عقیدہ اگر تشکیل پا جائے تو پھر اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اللہ رب العزت ہمیں قرآن و حدیث کے مطابق زندگی گزارنے اور اپنے محبوبوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مجالس ذکر کے فضائل

محفل میلاد، سیرت، عرس، گیارویں وغیرہ

قرآن مجید میں ذکر کی اہمیت

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ"

سورۃ الرعد 28:13

آگاہ ہوجاؤ! اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔

اور اپنے رب کا اپنے دل میں ذکر کیا کرو عاجزی وزاری اور خوف وخستگی سے اور میانہ آواز سے پکار کر بھی، صبح وشام (یادِحق جاری رکھو) اور غافلوں میں سے نہ ہوجاؤ

اہلِ ذکر کی صحبت کی اہمیت

سورۃ کہف (اے میرے بندے!) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں (اس کی دید کے متمنی اور آرزومند ہیں) تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، کیا تو (ان اللہ والوں اولیاء اللہ سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے، اور تو اس شخص کی اطاعت (بھی) نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر، اللہ کا ذکر ہے

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا

And We exalted for you your remembrance (by annexing it to Ours everywhere in the world and in the Hereafter)

The Tafsir Ibn Kathir It states:

ال مجاهد: لا أذكر إلا ذكرت معي، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمداً رسول الله، وقال قتادة: رفع الله ذكره في الدنيا والآخرة، فليس خطيب ولا متشهد ولا صاحب صلاة إلا ينادي بها: أشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمداً رسول الله.

عن أبي سعيد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: " أتاني جبريل فقال: إن ربي وربك يقول: كيف رفعت ذكرك؟ قال: الله أعلم، قال: إذا ذكرت، ذكرت معي "

حضرت مجاہد (رحمت اللہ علیہ) نے فرمایا: اللہ نے کہا ہے کہ "میرے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر بھی بلند کیا جائے گا" جیسے کہ کہا جاتا ہے: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" حضرت قتَادَہ (رحمت اللہ علیہ) نے کہا: اللہ نے اپنے محبوب کا ذکر اس دنیا اور آخرت میں بلند کیا ہے کیونکہ ہر شخص جو اللہ کی واحدیت کی گواہی دیتا ہے اور ہر نماز پڑھنے والا یہ کہتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہمیشہ اللہ کے ذکر کے ساتھ رہے گا

ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک بار جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور کہا: ہمارے رب آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کو علم ہے کہ انہوں نے آپ کا ذکر کس قدر بلند کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ سب سے بہتر جانتے ہیں۔ جبرائیل (علیہ السلام) نے جواب دیا: "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جہاں بھی میرا ذکر کیا جائے گا، وہاں آپ کا ذکر بھی ساتھ ہوگا۔"

Qadi Iyyad in his As-Shifa page 33

Ibn-e-Hibban Volume 5Page 62

Musnad Abi Ya'ala Volume 2Page 522

Towards the end Imam Ibn Kathir shows the heart touching and magnificent poetry of Hassan bin Thabit(ra)i.e. the poet of Prophet(salallaho alaihi wasalam

وحكى البغوى عن ابن عباس ومجاهد أن المراد بذلك الأذان، يعنى: ذكره فيه، وأورد من شعر حسان بن ثابت

امام بغوی (رحمتہ اللہ علیہ) نے ابن عباس اور مجاہد (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے کہ اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے کا مطلب حسان بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کی شاعری میں درج ہے:

أَغَرُّ عليهِ للنُّبُوَّةِ خاتَمٌ من اللهِ من نورٍ يلوحُ ويَشْهَدُ

وضَمَّ الإلهُ اسمَ النَّبِيِّ إل ى اسمِهِ إذا قالَ في الخَمْسِ المُؤَذِّنُ أَشْهَدُ

وشَقَّ لهُ منِ اسمِهِ لِيُجِلهُ فَذُو العَرْشِ مَحْمود وهذا مُحَمَّدُ

آپ کی نبوت کی مہر آپ پر چمک رہی ہے، یہ اللہ کی روشنی ہے جو گواہی دیتی ہے۔ اللہ نے

اذان میں ہر روز پانچ بار، نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے۔ اور آپ کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے، اللہ نے آپ کے نام کو اپنے نام سے جوڑا ہے۔ وہ محمود ہے، عرش کا رب، اور آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

ہر مجلس میں ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت

جس مجلس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجا گیا وہ قیامت کے دن ان اہل مجلس پر حسرت بن کر نازل ہوگی

درود کے بغیر مجلس قیامت کے دن وبال ہوگی

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر وہ مجلس جس میں لوگ جمع ہوں اور اس میں نہ تو اللہ کا ذکر کریں اور نہ ہی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجیں تو وہ مجلس قیامت کے دن ان کے لیے وبال ہوگی اور پھر اگر اللہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو معاف فرما دے ابو عیسیٰ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح حسن ہے۔''

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 5 : 461، کتاب الدعوات، باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون الله، رقم : 3380

2. احمد بن حنبل، المسند، 3 : 263، رقم : 9907

3. بیہقی، السنن الکبری، 3 : 210، رقم : 5563

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب چند لوگ کسی مجلس میں جمع ہوتے ہیں پھر اس مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کیے اور بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں تو ان کی یہ مجلس قیامت کے روز ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی۔''

1. ابن حبان، الصحيح، 2: 351، رقم: 590
2. حاكم، المستدرك على الصحيحين، 1: 668، رقم: 1810

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بھی لوگ کسی (مجلس) میں بیٹھتے ہیں پھر اس مجلس سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے بغیر اٹھ جاتے ہیں۔ تو قیامت کے روز یہ مجلس ان کے لئے حسرت کا باعث ہوگی اگرچہ وہ جنت میں ہی داخل ہو جائیں۔''

1. ابن جعد، المسند، 1: 120، رقم: 739
2. حنبلی، جامع العلوم والحکم، 1: 135
3. ابن کثیر، تفسیر القرآن، 3: 513

''حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ مجلس جس میں لوگ بیٹھے ہوں اس حال میں کہ نہ تو اللہ عزوجل کا ذکر کیا اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا تو قیامت کے روز ان کی یہ مجلس ان کے لئے حسرت کا باعث بنے گی، اگرچہ وہ بوجہ ثواب جنت میں ہی کیوں نہ چلے جائیں۔''

1. احمد بن حنبل، المسند، 2: 463، رقم: 9966
2. ابن حبان، الصحیح، 2: 352، رقم: 581، 592
3. هيثمي، مجمع الزوائد، 10: 79، باب ذکر الله تعالی فی احوال کلها والصلوٰة والسلام على النبی صلى الله عليه وآله وسلم

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کچھ لوگ کسی مجلس میں جمع ہوئے اور (اس مجلس میں) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کئے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجے بغیر منتشر ہو گئے تو گویا وہ

(ایسے ہیں جو) مردار کی بدبو سے کھڑے ہوئے۔‘‘

1. طیالسی، المسند، 1 : 242، رقم : 1756

2. بیہقی، شعب الایمان، 2 : 214، رقم : 1570

حضرت آدم علیہ السلام کی نصیحت

حضرت کعب احبارؓ روایت کرتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے ایک روز اپنے بیٹے کو وصیت کی اور دیگر کتبِ حدیث میں آیا ہے کہ وہ جن کو وصیت کر رہے تھے ان سے مراد حضرتِ شیث علیہ السلام تھے ان کو وصیت کی اور فرمایا **میرے بیٹے جب بھی اللہ کا ذکر کرو اللہ کے ذکر کے ساتھ ذکرِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور کیا کرو۔** اب ان کے لئے تو تعجب کی بات تھی یہ تو آدم علیہ السلام کا زمانہ تھا آقا علیہ السلام کی تو ولادت اور ظہور بھی نہیں ہوا تو بیٹے نے پوچھا اپنے والد گرامی سے کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ اللہ کے ساتھ ذکرِ محمد لازم کریں؟

آدم علیہ السلام کے وقت سے یہ بدقسمتی کہ آج کے دور میں ہے کہ ان دو ذکروں کو جدا کر دیا گیا ہے جو جوڑ آدم علیہ السلام کے وقت سے جاری تھا اس کو چھوڑ دیا گیا ہے آج۔

آدم علیہ السلام وصیت فرما رہے ہیں تو بیٹے نے پوچھا کہ وجہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا میں جب جنت میں تھا تو میں نے عرش کے پائے پر اسمِ محمد ہر جگہ لکھا ہوا دیکھا ہے اور پھر فرمایا میرا ابھی خمیر پورا تیار نہیں ہوا تھا تب بھی ان کا اسم ہر جگہ لکھا دیکھا ہے فرمایا خدا کی قسم جب مجھے آسمانوں اور جنتوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے کل سماوی کائنات میں آسمانوں میں کوئی ایک جگہ ایسی نہیں دیکھی جہاں اسم محمد نہ لکھا ہو۔ پھر جب اللہ پاک نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت میں کوئی قصر کوئی محل اور اس محل کا کوئی ستون اور ستون کی کوئی بانس خوبصورتی کی چیز ایسی نہیں دیکھی جس پر اسم محمد مزین نہ کر رکھا۔ حتی کہ میں نے حورِعین کے

گلوں پر بھی اسم محمد کو لکھا دیکھا ہے اور میں نے جنت کے دربانوں کی آنکھوں پر اسم محمد لکھا دیکھا ہے جنت کے درختوں کے پتوں پر اسم محمد لکھا دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اسم محمد دیکھا ہے فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان اسم محمد کے لفظ کی جھلک دیکھی ہے فرمایا بیٹے تمہیں کیا کیا کہوں کیا جنت کیا عرش اور کیا عالمِ سماوات کوئی مقام جو عزت اور تکریم کے لائق تھا اسم محمد سے خالی نہیں پایا اس لئے تم جب اللہ کا ذکر کرو اسم محمد کا ذکر ساتھ کرو کہ اللہ کو یہ ذکر بڑا پیارا ہے۔ یہ روایت امام سیوطیؒ نے خصائص کبری میں اور ابن عساکرؒ نے تاریخ دمشق" میں ذکر کی ہے۔

مجالس ذکر کے فوائد و برکات

اب میں کچھ حدیثیں پیش کرنا چاہتا ہوں جو ذکر کی مجالس جیسے کہ میلاد، سیرت، عرس، گیارھویں اور دیگر ذکر کی مجالس کے فضائل اور خصوصیات کو بیان کرتی ہیں جن میں اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اولیا، صحابہ اور اہل بیت کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان مجالس کے بنیادی اجزاء درج ذیل ہیں:

قرآن کی تلاوت

حمد و نعت

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ اور اہل بیت، اولیاء اور صلحاء کا ذکر

درود وسلام دعا

اب ان محفلوں کے فضائل احادیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

فرشتے ذکر کی مجالس کے لیے گلیوں میں تلاش کرتے ہیں

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے

فرمایا:"اللہ کے فرشتے ہیں جو سڑکوں پر گھومتے ہیں، ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ ایسے لوگوں کو پاتے ہیں، تو وہ دوسرے فرشتوں کو پکارتے ہیں: آؤ، تمہارے پسندیدہ مقصد کی طرف!

Bukhari, as-Sahih(5:2353#6045)

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:"اللہ کے فرشتے ہیں، جو معمول کے کاموں کے علاوہ، دنیا بھر کا چکر لگاتے ہیں اور ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے ہیں۔"

فرشتے ذکر کی مجالس میں شامل ہوتے ہیں اور بیٹھتے ہیں

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:" یقیناً اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کی تلاش میں گشت کرتے ہیں۔ جب وہ ایسی مجلس پاتے ہیں، تو وہ ان کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔"

1•Muslim, as-Sahih(4:2069#2689

2•Ahmad bin Hambal, al-Musnad(2:25#7420

فرشتے ذکر کی مجالس کو اپنے پر سے ڈھانپتے ہیں اور ان کے گرد حلقہ بناتے ہیں

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:"اللہ کے بہت سے فرشتے، جو معمول کے کاموں کے علاوہ، خاص مقصد کے لیے مسلسل دنیا بھر میں ذکر کی مجالس (مجالس الذکر) کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی مجلس تک پہنچتے ہیں تو وہ اپنے پروں سے ایک دوسرے کو گھیر لیتے ہیں اور سب سے نیچے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں..."

Hakim, al-Mustadrak(1:672#1821)

انس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے ذکر کی مجالس کی تلاش میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ جب فرشتے ان مجالس تک پہنچتے ہیں، تو وہ ان لوگوں کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور پھر اپنے سردار کو آسمانوں کی طرف اللہ کی بارگاہ میں بھیجتے ہیں۔۔۔"

Haythami, Majma-uz-zawaid(10:77)

ذکر کی مجالس کا انعام جنت ہے

عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں: "میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ذکر کی مجالس کا انعام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ذکر کی مجالس کا انعام جنت ہے۔"

1.Ahmad ibn Hambal, al-Musnad(2:190#6777)

2.Ahmad ibn Hambal, al-Musnad(2:177#6651)

3.Tabarani, Musnad-ush-shamiyyin(2:273#1325)

4.Mundhiri, at-Targhib wat-tarhib(2:261#2324)

ذکر کی مجالس جنت کے باغات ہیں

انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جب تم جنت کے باغات کے قریب سے گزرو، تو دل کھول کر کھاؤ۔" انہوں نے پوچھا، "جنت کے باغات کیا ہیں؟" اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جواب دیا، ذکر کی مجالس ہیں۔"

1.Tirmidhi, as-Sunan(5:532#3510)

2.Ahmad ibn Hambal, al-Musnad(3:150#12545)

ذکر والوں کے گھر آسمان والوں کے لیے زمین پر چمکنے والے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں: "یقیناً آسمان والے اللہ کے یاد کرنے والوں کے گھروں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے زمین پر ستارے چمکتے ہیں۔"

جو لوگ ذکر کی مجالس منعقد کرتے ہیں، قیامت کے دن وہ سخاوت اور فیاضی کے ساتھ ہوں گے۔

ابوسعید (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، "اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) فرماتا ہے قیامت کے دن لوگ جان لیں گے کہ سخاوت کرنے والے کون ہیں۔" صحابہ نے سوال کیا، "سخی لوگ کون ہیں، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟" تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، "وہ لوگ جو مساجد میں ذکر کی مجالس منعقد کرتے ہیں۔"

ذکر کی مجالس کے شرکاء کے گناہوں کو نیک اعمال میں تبدیل کر دیا جاتا ہے

انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "جب بھی لوگ اللہ (سبحانہ وتعالی) کی یاد کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں صرف اس کی رضا کی خاطر، تو آسمان سے ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کھڑے ہو جاؤ! تمہیں معاف کر دیا گیا ہے۔ تمہارے گناہ نیک اعمال میں تبدیل کر دیے گئے ہیں۔"

جو شخص اللہ کی یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، وہ زندہ اور مردہ کی مانند ہیں۔

ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا، جس گھر میں اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) کی یاد کی جاتی ہے اور جس گھر میں اللہ (سبحانہ وتعالیٰ) کی یاد نہیں کی جاتی، وہ زندہ اور مردہ کی طرح ہیں۔"

Muslim, as-Sahih(1:539#779)

اولیاءاللہ کے پاس بیٹھنے والا کبھی بدبخت ومحروم نہیں ہوتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو راستوں میں پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ ایسے لوگوں کو پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو نداء دیتے ہیں کہ ادھر اپنی حاجت کی طرف دوڑ آؤ۔ ارشاد فرمایا: پھر وہ آسمانِ دنیا تک ان پر اپنے پروں سے سایہ فگن ہو جاتے ہیں۔

پھر (جب وہ واپس اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں تو) ان سے ان کا رب پوچھتا ہے، حالانکہ وہ ان سے بہتر جانتا ہے، کہ میرے بندے کیا کہتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: وہ تیری پاکیزگی، بڑائی، تعریف اور بزرگی بیان کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اللہ رب العزت کی قسم! تجھے تو انہوں نے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو ان کی کیا حالت ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت زیادہ عبادت کریں، تیری بہت زیادہ بزرگی بیان کریں اور تیری بہت زیادہ تسبیح کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اے رب! اللہ کی قسم، انہوں نے اسے دیکھا تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو گا؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو اس کی بہت زیادہ حرص، بہت زیادہ طلب اور بہت زیادہ رغبت رکھنے والے ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں: دوزخ سے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا

ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں: اللہ کی قسم! اسے دیکھا تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر اسے دیکھ لیں تو کیا حال ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں: اگر اسے دیکھ لیں تو ان کا اس سے بھاگنا اور ڈرنا بہت زیادہ بڑھ جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: گواہ رہنا میں نے انہیں بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے: ان میں فلاں شخص ایسا بھی تھا جو (ذکر کے لیے نہیں بلکہ) اپنی حاجت کے لیے آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ (یعنی میرے اولیاء اللہ) ایسے ہم نشیں ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا کبھی بد بخت و محروم نہیں ہوتا۔'' جامع الترمذی، حدیث نمبر 579

جیسے سیرت کانفرنسز منعقد کی جاتی ہیں، اسی طرح مولد کی محافل بھی ہمارے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدح سرائی اور اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے ترتیب دی جاتی ہیں کہ اس نے ہمیں دین اور سب سے زیادہ قابل ستائش نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عطا فرمایا۔ یہ محافل نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت اور تعلیمات کو فروغ دینے میں مدد کرتی ہیں۔ ایسی محافل کا انعقاد صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی سنت ہے اور ان محافل کے بہت سے فضائل، اور انعامات ہیں۔

صحابہ کرام کی محفل میلاد

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے حلقہ کی طرف تشریف لے گئے اور پوچھا کہ تم کیوں بیٹھے ہو؟ وہ بولے کہ ہم اللہ جل وعلا کی یاد کرنے کو بیٹھے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی راہ بتلائی آپ کو ہمارے لیے رحمت بنایا اور ہمارے اوپر احسان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم! تم اسی لئے بیٹھے ہو؟ وہ بولے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صرف اسی واسطے بیٹھے ہیں۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں اس لئے قسم نہیں دی کہ تمہیں جھوٹا، سمجھا بلکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں میں فخر کر رہا ہے۔ سنن النسائی5426

محفل میلاد دراصل قبر کے امتحان کی تیاری ہے

محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد حضور اکرم ﷺ کی شان و عظمت آپ ﷺ کی سیرت و کردار آپ ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کرنا سنا سنانا اور اگلی نسلوں تک پہنچانا ہے۔ یہی حقیقت میں قبر میں ہونے والے امتحان کی تیاری ہے کہ قبر میں مقام مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کو قبر میں آزمایا جائے گا۔ فَأَمَّا فِتْنَةُ القَبْرِ فَبِيْ تُفْتَنُوْنَ وَعَنِّيْ تُسْئَلُوْنَ.

یعنی قبر کی آزمائش یہ ہے کہ صرف میری ذات اور میری شان کے بارے میں تمہیں آزمایا جائے گا اور میرے متعلق سوال کیا جائے گا۔ (احمد بن حنبل، المسند، 6:139، الرقم: 25133)

یہ روایت اس امر پر نصِ صریح ہے کہ قبر میں جو آزمائش ہوگی اس کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ سے ہے۔

میلاد النبی ﷺ پر خوشیاں منانا

حضور اکرم ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا(45) وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا(46) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيْرًا(47) الاحزاب

ترجمہ: اے نبیِ (مکرّم!) بیشک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منوّر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے)، اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے

امام فخر الدین رازی (تفسیر کبیر) لکھتے ہیں: فَضْلًا كَبِيرًا (" سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے، کیونکہ آپ ﷺ ہی سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا انعام ہیں۔

امام قرطبی (تفسیر قرطبی) میں ہے: مفسرین نے فرمایا کہ "فضل کبیر" سے مراد خود رسول اللہ ﷺ ہیں، کیونکہ آپ کی بعثت ہی سب سے بڑی سعادت ہے۔

معلوم ہوا کہ کائنات میں اللہ کا سب سے بڑا فضل حضور اکرم ﷺ ہیں اور کائنات کے لیے رحمت العالمین حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی آمد پر خوشیاں منانا قرآن کا حکم ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ

فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تم پر ہوا ہے) **پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں** (یونس: 58) معلوم ہوا کہ جو کچھ انسان جمع کرتا ہے چاہے وہ اعمال ہوں یا مال و دولت ان سب سے بہتر یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آمد کی خوشیاں منائی جائیں اور اس پر چڑھ کر خرچ کیا جائے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (حسن المقصد فی عمل المولد) میں لکھتے ہیں: اس آیت سے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر خوشی اور شکر ادا کرنے کی بنیاد ملتی ہے، کیونکہ اللہ کا سب سے بڑا فضل اور رحمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھیجنا ہے، لہٰذا ان کی ولادت پر خوشی منانا اسی آیت کے حکم میں داخل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: "فضل اللہ سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور رحمت سے مراد قرآن ہے۔" (تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن جریر، تفسیر بغوی) امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "فضل" سے مراد قرآن اور "رحمت" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ (الشفاء) میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی سب سے بڑی رحمت قرار دیتے ہیں، جس سے ان کی آمد پر خوشی کا جواز نکلتا ہے

میلاد کا مقصد شکر گزاری اور فرحت کا اظہار ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دن دنیا میں بھیجا۔ جب قرآن خوشی منانے کا حکم دے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فضل کبیر اور رحمت قرار دے، تو ان کی ولادت پر خوشی منانا عین قرآن کے حکم کے مطابق ہے۔ اور یہ خوشی منانا دنیا و آخرت کے لیے جمع کردہ ذخیرے سے بہتر ہے۔

جشن آزادی منانے والوں جشن میلاد بھی مناؤ: آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس موقع پر خوب چراغاں کیا جاتا ہے۔ عمارتیں سجائی جاتی ہیں اور اس دن کو ہر مکتبہ فکر بڑھ چڑھ کر مناتا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں فتح مکہ جو کفار اور ان کے ظلم سے آزادی کا دن ہے، صحابہ کرام رض نے اس دن کو ہر سال کبھی اس طرح نہیں منایا۔ لحاظہ یوم آزادی منانا بدعت حسنہ ہے یعنی اچھی بدعت ہے اگر اس میں خلافِ شریعت کوئی کام نہ کیا جائے۔ مسلمانوں کے لیے کائنات کی سب سے بڑی نعمت، نعمت عظمیٰ، اللہ کا سب سے بڑا انعام اور احسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کی صورت میں عطا ہوا۔ لحاظہ ہمیں چاہیے کہ جشن آزادی سے بھی بڑھ چڑھ کر ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منائیں، چراغاں کریں، محفلِ میلاد کریں، کہ یہ عمل اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

مدینہ منورہ سب سے افضل شہر ہے

مدینہ منورہ سب سے افضل شہر ہے، کیونکہ وہاں مزارِ مصطفیٰ ہے، جہاں صبح وشام ستر ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مدینے کی زمین کا وہ مبارک حصّہ جس پر رسولِ انور، مدینے کے تاجور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمِ منور تشریف فرما ہے، وہ ہر مقام حتی کہ خانہ کعبہ، بیت المعمور، عرش وکرسی اور جنت سے بھی افضل ہے۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ:

مکّہ افضل ہے یا مدینہ

اس بزرگ نے اپنا بٹوہ نِکالا اور کہا:

اس کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔اس میں اگر میں ایک لاکھ روپیہ کا ہیرا جڑ دوں تو پھر اس کی قیمت بڑھ جائے گی اور بجائے پانچ روپے کے ایک لاکھ ہوجائے گی۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سب سے زیادہ قیمتی وجود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر زمین پر ہوں تو زمین آسمان سے افضل اور اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان پر ہوں تو آسمان زمین سے افضل۔اسی اصول کی بِناء پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مکّہ میں ہوں تو مدینہ سے مکّہ افضل اور اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں ہوں تو مدینہ مکّہ سے افضل۔فضیلت کا موجب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجودِ باجود ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکّہ میں تھے تو خدائے تعالیٰ نے مکّہ معظّمہ کی قسم یاد فرمائی اور فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

اس شہر (مکّہ) کی قسم ہے۔(سورۃ البلد، آیت:۱)

کیوں؟ کیا اس لیے کہ اُس میں اُس کا گھر (کعبہ) ہے؟ نہیں! کیا اس لیے کہ اس میں صفا مروہ کی پہاڑیاں ہیں؟ نہیں! کیا اس لیے کہ اُس میں چاہ زم زم ہے؟ نہیں! تو پھر خدا نے اس شہر کی قسم کیوں یاد فرمائی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔

اے محبوب! تم اس میں تشریف فرما ہو۔ (سورۃ البلد، آیت: ۲)

معلوم ہُوا کہ یہ شرف مکّہ کو کہ خدا تعالیٰ نے اس کی قسم یاد فرمائی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے حاصل ہُوا۔

اس اصول کو پیشِ نظر رکھ کر محدّثین کرام علیہم الرحمۃ کا ایمان افروز فیصلہ ملاحظہ فرمایئے، ایسا فیصلہ جس پر سب کا اِتفاق ہے کوئی اس کے خلاف نہیں کہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کی جگہ ساری روئے زمین سے افضل ہے بلکہ وہ آسمانوں سے عرش اور کعبہ سے بھی افضل ہے ۔ (جواہر البحار، جِلد ۱، صفحہ ۵۸۵)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: تو کتنی عظیم حرمتوں والا ہے، دوسری روایت میں ہے: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: اے اللہ کے گھر! تجھے مرحبا ہو، تو کتنا عظیم ہے، تیری حرمت کتنی عظیم ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں **ایک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے** بیشک اللہ تعالیٰ نے تجھ سے ایک چیز کو اور مومن سے تین چیزوں یعنی خون، مال اور سوئے ظن کو حرام قرار دیا ہے۔

مکہ سے زیادہ مدینہ سے محبت کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اللهمَّ حَبِبْ إلينَا المدينةَ كحُبِّنَا مكةَ أو أَشَدَّ

(صحيح البخاری:1889)

ترجمہ:* **اے اللہ! مدینے کو ہمیں مکہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے***

معلوم ہوا مومنوں کے لئے مدینہ مکہ سے زیادہ محبت کا درجہ رکھتا ہے۔

مدینہ منورہ میں مکہ سے زیادہ برکت

اسی طرح یہ حدیث مکہ پر مدینہ کی فضیلت کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ اِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيْلُكَ وَنَبِيُّكَ ، وَاِنِّيْ عَبْدُكَ وِاِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّة وَ اِنِّيْ اَدْعُوْكَ لِلْمَدِيْنَةِ بِمِثْلِ مَادَعَاكَ بِهِ لِمَكَّة وَمِثْلُهُ مَعَهُ.

(مسلم، الصحیح، کتاب الحج، 2:1000، رقم:1373)

''اے ہمارے رب (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) تیرے بندے، تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں۔ انہوں نے مکہ کے لئے جیسی دعا کی تھی میں بھی ویسی بلکہ اس سے بڑھ کر (دوگنی) دعا مدینہ کے لئے کرتا ہوں (یعنی ہمارے شہر مدینہ میں مکہ مکرمہ سے دوگنی برکتیں نازل فرما)''۔

پتہ چلا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ سے زیادہ محبت ہے اور یہاں مکہ سے زیادہ برکتیں ہیں۔

مدینہ منورہ ایمان کا مرکز ہے

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : * ایمان سمٹ کر مدینہ طیبہ میں اس طرح داخل ہو جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں داخل ہوتا ہے *

(ابن ماجه، السنن، كتاب المناسك، باب فضل المدينة، 3 : 524، رقم : 3111)

مدینہ منورہ کائنات ارض وسماوات کا وہ نگینہ ہے، جہاں ہر لمحہ آسمان سے رحمت کی رم جھم برستی رہتی ہے، ساکنانِ مدینہ سائبان کرم میں رہتے ہیں اہل مدینہ کو مدینہ کا شہری ہونے کے باعث بے پناہ فضیلت حاصل ہے۔ یہ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے شب و روز کا ہر لمحہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادرِ رحمت کے سائے میں گزرتا ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں کا حصار انہیں اپنے دامنِ عطاء و بخشش میں چھپا لیتا ہے۔

جنت کا باغ مدینہ میں ہے

ریاض الجنہ مسجد نبوی کا وہ مقدس، متبرک اور محترم حصہ ہے، جو حجرۂ عائشہؓ (جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں) اور منبر رسول کے درمیان واقع ہے، جس کو خصوصی اعجاز اور امتیازی شان حاصل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کا ایک باغ قرار دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید مازنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مابين بيتي ومنبري روضة من رياض الجنة۔ (متفق عليه، بخاری: ۱۱۹۵)

میرے حجرے اور منبر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے

اکثر علمائے کرام نے اس حدیث کو حقیقت پر محمول کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ زمین کا یہ حصہ جنت ہی کا ایک ٹکڑا ہے جس کو دنیا میں نازل کیا گیا ہے (مستفاد: از تحفۃ القاری ۳/۵۱۵)

مدینہ کی مٹی میں شفاء ہے مکہ کی مٹی میں نہیں

خاکِ بطحا کی فضلیت وتقدس کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

* اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ **مدینہ منورہ کی خاک میں ہر بیماری کی شفا ہے***

جذبُ القُلُوب میں ہے: * اللہ تبارَک وَ تعالیٰ نے مدینۂ منوَّرہ کی مِٹّی اور پھلوں میں شِفا رکھی ہے *

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب جذب القلوب الی دیار محبوب میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ کی مٹی تک سے محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر مدینہ منورہ کا غبار پڑ جاتا تو اسے صاف نہیں فرماتے۔ صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ حکیم مطلق حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اس شہر پاک کی خاک اور وہاں کے میوہ جات میں تاثیر شفا ودیعت فرمائی ہے۔ اکثر احادیث میں منقول ہے کہ مدینہ منورہ کی غبار میں ہر قسم کے مرض کی شفا ہے۔

مدینہ منورہ میں موت کی آرزو- مقام شہادت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص تم میں سے مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ ایسا کرے کیونکہ جو مدینہ میں مرے گا

میں اللہ کے سامنے اس کی شہادت دوں گا۔

(ابن ماجه، السنن، كتاب المناسك، باب فضل المدينة، 3 : 524، رقم : 3112)

٭ جب کوئی مسلمان زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ آتا ہے تو فرشتے رحمت کے تحفوں سے اس کا استقبال کرتے ہیں ٭

(جذب القلوب، ص 211)

مدینہ میں مرنے والے کے لئے شفاعت نبوی

مَنِ استطاع أن يموتَ بالمدينةِ فلْيفعلْ فإني أشفعُ لمن ماتَ بها(السلسلة الصحيحة:1034/6)

ترجمہ: جو شخص مدینہ شریف میں رہے اور مدینے ہی میں اس کو موت آئے میں اس کی شفارش کروں گا۔

قابل صد رشک ہیں وہ لوگ جو مدینے میں ہیں یا اس کی زیارت پہ اللہ کی طرف سے بلائے گئے ۔ اس مبارک سرزمین پہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے تعمیر کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مسجد کی زیارت کا حکم فرمایا ہے

مدینہ خیر و برکت کی جگہ ہے:

والمدينةُ خيرٌ لهم لو كانوا يعلمون .(صحيح البخاري:1875)

ترجمہ: ٭ اور مدینہ ان کے لئے باعث خیر و برکت ہے اگر علم رکھتے ٭

امام مالک اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جلیل القدر تابعی امام مالک بن انس آئمہ اربعہ کے جیّد امام ۔جن کے پیروکار مالکی کہلاتے

ہیں۔

امام مالک نے زیادہ تر زندگی مدینہ طیبہ میں گزاری لیکن کبھی مدینہ طیبہ میں جوتے نہیں پہنے۔ساری زندگی مدینہ طیبہ میں ننگے پاؤں رہے۔جب مدینہ کی گلیوں سے گزرتے تو دیواروں سے لگ کر چلتے کہ کہیں غلطی سے پاؤں اس جگہ نہ لگ جائے جہاں سرکار دو عالم کا نعلین مبارک لگا ہو۔

روضۂ انور کی طرف چہرہ کر کے دعا مانگوں۔

امام مالک رحمۃ کا فتویٰ

خلیفہ ابو جعفر منصور نے حضرت امام مالک رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ سے مسجدِ نبوی شریف میں کسی بات پر گفتگو کی، دورانِ گفتگو ابو جعفر کی آواز کچھ بلند ہوئی تو حضرت امام مالک نے اس کو (نیکی کی دعوت دیتے ہوئے) فرمایا: * **اے امیرُ المؤمنین ! اس مسجد میں اپنی آواز اونچی نہ کرو** * ، کیونکہ اللہ پاک نے ایک جماعت کو ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ

(پ۲۶،الحجرات:۲)

تَرْجَمَۂ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اُونچی نہ کرو

دوسری جماعت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ **(پ۲۶،الحجرات :۳)**

بیشک جو لوگ اللہ کے رسول کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں

اور ایک قوم کی مَذمّت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ **(پ۲۶،الحجرات :۴)**

بیشک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں

پھر حضرت امام مالک نے فرمایا: * **رسولِ پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عزّت اب بھی اسی طرح ہے، جس طرح آپ کی ظاہری زندگی میں تھی** * ۔ یہ سُن کر ابو جعفر خاموش ہو گیا۔

پھر خلیفہ ابو جعفر نے پوچھا: اے امام مالک! میں قبلے کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا، رَسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی طرف متوجہ ہو کر؟

ارشاد فرمایا: **تم کیوں حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے منہ پھیرتے ہو حالانکہ حضورِ پاک تمہارے اور تمہارے والد حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے قیامت کے دن اللہ پاک کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں لہٰذا تم نبیِّ اکرم عَلَیْہِ السَّلَام ہی کی طرف متوجہ ہو کر آپ سے شفاعت مانگو، اللہ کریم آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شفاعت قبول فرمائے گا** ۔(شفاء، القسم الثانی، الباب الثالث، فصل واعلم انّ حرمۃ النبی۔۔۔الخ، الجزء الثانی، ص ۴۱)

مدینے پاک کی حاضری، اس کا سرور، اس کا احساس، اس کا خیال ایسا ہے کہ ذہن میں آتے ہی عشاق کی آنکھیں بہنے لگتی ہیں۔ مدینے پاک کی زیارت کے لئے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں دل تڑپتے ہیں، دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں، جس کے لئے دل بے چین ہوں، آنکھیں اشکبار ہوں، بس وہ مدینہ ہی ہے۔

قیامت کے دن شفاعت کا بیان

قیامت کے دن لوگوں کا حال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سورج اتنا قریب ہوجائے گا کہ پسینہ آدھے کان تک پہنچ جائے گا۔لوگ اسی حال میں اپنی خلاصی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے 1475,Sahih al-Bukhari 1474

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والوں کا حال

عن علی بن أبی طالب رضی الله عنه : أن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم أخذ بید حسن و حسین، فقال : من أحبنی و أحب هذین و أباهما و أمهما کان معی فی درجتی یوم القیامة.

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی ٹھکانہ پر ہوگا۔''

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 5 :641، ابواب المناقب، رقم : 3733
2. احمد بن حنبل، المسند، 1 : 77، رقم : 576
3. احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، 2 : 693، رقم : 1185
4. طبرانی، المعجم الکبیر، 3 : 50، رقم : 2654
5. مقدسی، الاحادیث المختارہ، 2 : 45، رقم : 421
6. خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، 13 : 287، رقم : 7255
7. دولابی، الذریة الطاہرہ، 1 : 120، رقم : 234

8. مزی، تہذیب الکمال، 6:228

9. عسقلانی، تہذیب التہذیب، 2:258، رقم: 528

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ سے ملا کہ وہ ہم سے محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب۔**'' اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔

الطبرانی فی المعجم الأوسط، 360/2، الرقم: 2230، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، 172/9

شفاعت کا بیان: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مانند بے قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے قابل نہیں تم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔

''پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی

اور مجھے ایسے حمد یہ کلمات الہام کئے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ کی حمد وثنا کروں گا وہ مجھے اسی وقت القاء کئے جائیں گے۔ پس میں ان محامد سے اللہ کی تعریف وتوصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں عرض کروں گا: **میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جایئے اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لیجیے جس کے دل میں جَو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد وثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔**

میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جایئے **اور جہنم سے اسے بھی نکال لیجیے جس کے دل میں ذرے کے برابر یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔** پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد وثناء بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

میں عرض کروں گا: **اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جایئے اور اسے بھی جہنم سے نکال لیجیے جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔**

(اگلے حدیث میں ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اﷲُ کہا ہے، پس وہ فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال اور عظمت وکبریائی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اﷲُ کہا ہے۔''

البخاری فی الصحیح، کتاب: التوحید، باب: کلام الرب عزوجل یوم القیامة مع الأنبیاء وغیرهم، 6/2727، الرقم: 7072

مسلم فی الصحیح، کتاب: الإیمان، باب: أدنی أهل الجنة منزلة فیها، 1/182-184، الرقم: 193

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے لوگوں کا دوزخ سے نکلنے کا بیان

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وآله وسلم، فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ، يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَأَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي عَاصِمٍ وَالرُّوْيَانِيُّ.

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک قوم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت سے جہنم سے نکلے گی، پس

وہ جنت میں داخل ہوں گے تو (وہاں) انہیں جہنمی کہہ کر پکارا جائے گا۔‘‘

البخاری فی الصحیح، کتاب : الرقاق، باب : صفة الجنة والنار، 5 / 2401،
الرقم : 6198

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت

عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم : شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔**

الترمذی فی السنن، کتاب : صفة القیامة، باب : فی الشفاعة، 4/625، الرقم : 2435

’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **یقیناً شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہگاروں کے لئے بنائی گئی ہے۔‘‘**

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الطبرانی فی المعجم الأوسط، 9/77، الرقم : 9177

’’حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **میں قیامت کے دن سب انبیاء کا امام ہوں گا اور ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کرنے والا اور ان کو اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا حق دلانے والا ہوں گا، یہ بات بطور فخر نہیں کہہ رہا۔‘‘** اسے امام ترمذی، ابنِ ماجہ، احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے، ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن ہے۔ الترمذی فی السنن، کتاب : المناقب، باب : فی فضل النبی صلی الله علیه وآله وسلم، 5/586، الرقم : 3613

’’حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (قیامت کے دن) تمام انبیاء کیلئے سونے کے منبر بچھائے جائیں گے وہ ان پر بیٹھیں گے، اور میرا منبر خالی رہے گا میں اس پر نہ بیٹھوں گا بلکہ اپنے رب کریم کے حضور کھڑا رہوں گا اس ڈر سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے جنت میں بھیج دے اور میری امت میرے بعد (کہیں بے یار و مددگار) رہ جائے۔ پس میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت۔ **اللہ تعالیٰ فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! تیری کیا مرضی ہے، تیری امت کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: میں عرض کروں گا: میرے رب! ان کا حساب جلدی فرما دے۔ بس ان کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب ہوگا، ان میں سے کچھ اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے، اور کچھ میری شفاعت سے۔ میں شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں ان کی رہائی کا پروانہ بھی حاصل کرلوں گا جنہیں دوزخ میں بھیجا جا چکا ہوگا، حتی کہ مالک داروغۂ جہنم عرض کرے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ نے اپنی امت میں سے کوئی بھی آگ میں باقی نہیں چھوڑا جس پر اللہ رب العزت ناراض ہو۔‘‘**

اسے امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔

الحاکم فی المستدرك، 1/135، الرقم: 220

الطبرانی فی المعجم الأوسط، 3/208، الرقم: 2937

ابن کثیر فی نهایة البدایة والنهایة، 10/440

دکھائی جائے گی محشر میں شانِ محبوبی
کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہوگا

خدائے پاک کی چاہیں گے اگلے پچھلے خوشی

خدائے پاک خوشی اُن کی چاہتا ہوگا

کسی کے پاؤں کی بیڑی یہ کاٹتے ہوں گے

کوئی اسیرِ غم اُن کو پکارتا ہوگا

کسی طرف سے صدا آئے گی حضور آؤ

نہیں تو دَم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا

کسی کے پلّہ پہ ہوئیں گے وقتِ وزنِ عمل

کوئی اُمید سے منہ اُن کا تک رہا ہوگا

کوئی کہے گا دہائی ہے یا رَسُولَ اللہ

تو کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا

کسی کو لے کے چلیں گے فرشتے سوئے جحیم

وہ اُن کا راستہ پھِر پھِر کے دیکھتا ہوگا

کوئی قریبِ ترازو کوئی لبِ کوثر

کوئی صراط پر اُن کو پکارتا ہوگا

ہزار جان فدا نرم نرم پاؤں سے

پکار سن کے اَسیروں کی دوڑتا ہوگا

عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے

خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا

مغفرت وبخشش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے ملتی ہے

جان لیں کہ مغفرت بخشش صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اللہ قبول فرمائے گا اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا اور سفارش کی۔ اس کے بغیر مغفرت وبخشش کی کوئی امید نہیں۔ مسلمان مومن ہمیشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے وسیلہ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی توبہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے قبول ہوئی۔ جبکہ منافق اللہ سے ڈائریکٹ بغیر واسطے وسیلے کے مغفرت طلب کرتا ہے جو کبھی قبول نہیں کی جائے گی۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلاَّ لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُواْ أَنفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُواْ اللّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُواْ اللّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ۔ (سورۃ النّساء،64:4)

ترجمہ: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے ***اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں***

بندوں کو حکم ہے کہ ان (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں۔ اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم، اس کا سَمع (یعنی سننا)، اس کا شُہود (یعنی دیکھنا) سب جگہ ایک سا ہے، مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ حضور کے عالَم حیات ظاہری میں حضور (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا) ظاہر تھا، اب حضورِ مزار پُرانوار ہے اور جہاں یہ بھی مُیَسَّر نہ ہو تو دل سے حضور پُرنور کی طرف توجہ، حضور سے تَوَسُّل، فریاد، اِستِغاثہ، طلبِ شفاعت (کی جائے) کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ مولانا علی قاری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الۡبَارِی شرح شفا شریف

میں فرماتے ہیں

"رُوْحُ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حَاضِرَۃٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ"

ترجمہ: نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۱۵ / ۶۵۴)

منافقین کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہونے سے انکار

قرآن کریم میں اللہ رب العزت منافقین کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جانے سے کتراتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ اِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللہِ لَوَّوْا رُءُوْسَھُمْ وَ رَاَیْتَھُمْ یَصُدُّوْنَ وَ ھُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ (5-المنٰفقون)

ترجمہ: اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لئے مغفرت طلب فرمائیں تو یہ (منافق گستاخی سے) اپنے سر جھٹک کر پھیر لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے (آپ کی خدمت میں آنے سے) گریز کرتے ہیں

یہ آیت عبداللہ بن اُبیّ (رئیس المنافقین) کے بارے میں نازل ہوئی، جب اسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بخشش طلبی کے لئے حاضر ہونے کا کہا گیا تو سر جھٹک کر کہنے لگا: میں نہیں جاتا، میں ایمان بھی لا چکا ہوں، ان کے کہنے پر زکوٰۃ بھی دے دی ہے۔ اب کیا باقی رہ گیا ہے فقط یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ بھی کروں؟ (الطبری، الکشاف، نسفی، بغوی، خازن)۔

معلوم ہوا کہ آج کے دور میں بھی جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واسطہ

ووسیلہ بنا کر توبہ و بخشش اور مغفرت نہیں طلب کرتے وہ منافقین کے راستے پر ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے قبول ہوئی

عالمِ دنیا میں جب اللہ پاک نے اشرف المخلوقات یعنی انسان کی تخلیق کا آغاز فرمایا تو سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا، پھر انہیں مسجودِ ملائکہ بنایا اور انہیں حقائقِ اشیاء کا علم عطا فرما کر فرشتوں پر فضیلت عطا کی۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے اس برگزیدہ بشر اول کو نبوت کی نعمت سے سرفراز فرما کر آپ کو جنت میں ٹھہرایا۔ وہاں قدرت کی طرف سے آپ کو ایک امتحان میں ڈالا گیا جس کے نتیجے کے طور آپ کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا، یہ سارے واقعات قرآن حکیم میں بالتفصیل بیان ہوئے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی پھر اس کو معاف کیا گیا لیکن یہ معافی انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطۂ جلیلہ کے طفیل نصیب ہوئی۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ اُلوہیت میں عرض کیا کہ اے پروردگار! میں تجھ سے بواسطۂ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم! تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو (دنیا میں) پیدا ابھی نہیں کیا؟ عرض کیا: اے میرے رب! میں نے انہیں اس طرح پہچانا کہ جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنی طرف سے میرے اندر روح پھونکی، میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه. سو میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے مقدس نام کے ساتھ ایسی ہستی کے نام کو ملایا ہے جو تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیاری ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے صحیح سمجھا، واقعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک

تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔"

1. حاکم، المستدرک، 2:486، رقم: 4228
2. طبراني، المعجم الاوسط، 6:313، رقم: 6502

اس روایت کو ہیثمی نے مجمع الزوائد (8:253) میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق الکبیر (7: 437) میں، ابن کثیر نے البدایۃ والنھایۃ، (1:81) میں، سیوطی نے الخصائص الکبریٰ، (1:12) اور الدر المنثور (1:142) میں حلبی نے السیرۃ الحلبیۃ (1:355) میں اور قسطلانی نے المواھب اللدنیۃ (1:82) میں روایت کیا ہے۔

صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں توبہ کرتے

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے غزوۂ بنوقریظہ کے موقع پر ایک خطا سرزد ہوگئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس قدر نادم ہوئے کہ خود کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور کہا: جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تب تک نہ میں کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، نہ کوئی چیز چکھوں گا، یہاں تک کہ مجھے موت آجائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان کے بارے میں پتا چلا تو ارشاد فرمایا: **اگر یہ میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے مغفرت طلب کرتا لیکن** اب اس نے خود کو باندھ لیا ہے تو جب تک اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، میں نہیں کھولوں گا۔

دلائل النبوہ للبیہقی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظۃ ---- الخ، ۴ / ۱۳ - ۱۴، خازن، الانفال، تحت الآیۃ: ۲۷،، ۲ / ۱۹۰، چشتی

بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں توبہ ورُجوع کی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا فرماتی ہیں: میں نے ایک ایسا بستر خریدا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور گھر میں داخل نہ ہوئے، میں نے آپ کے روئے انور پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے تو عرض گزار ہوئی: یا رسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مجھ سے جو نافرمانی ہوئی **میں اس سے اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔** بخاری، کتاب البیوع، باب التجارۃ فیما یکرہ لبسہ للرجال والنساء، ۲/ ۲۱، الحدیث: ۲۱۰۵

قرآن سکھاتا ہے آداب بارگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اے ایمان والو! (کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو (کہ کہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی نہ ہو جائے)، بے شک اللہ (سب کچھ) سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی مکرّم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لیے بخشش ہے اور اجرِ عظیم ہے''۔ (الحجرات، 49:1 تا 3)

اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیات میں حضور علیہ السلام کی ادب و تعظیم کا حکم دیا ہے۔ ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ اے ایمان والو! اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ بڑھو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ پر آگے نہ کوئی بڑھا اور نہ بڑھ سکتا

ہے۔اس آیت کا سبب یہ تھا کہ دراصل بعض لوگوں نے نماز عید الاضحیٰ سے پہلے قربانی کر لی تھی اللہ نے منع فرما دیا یہ جو تم نے قربانیاں کیں وہ ضائع ہو گئیں۔اب یہ گوشت ہے کھاؤ، پیو مگر قربانی دوبارہ کرو کیونکہ تم نے حضور علیہ السلام سے پہلے قربانی کر لی ہے۔اسی طرح ایک روایت ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔رمضان شریف شروع ہونے سے ایک دن پہلے کسی نے روزے رکھنے شروع کر دیئے جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ عمل نہیں کیا تھا اس پر اللہ نے ان کے روزے ضائع کر دیئے۔

جس کو امام بغوی نے امام فخر الدین رازی، امام جلال الدین سیوطی، امام خازن تمام ائمہ مفسرین نے بیان کیا۔

اس آیت مبارکہ میں ادب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکھایا جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنا نام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اجلال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ملایا تا کہ حضور علیہ السلام کے ادب کو کوئی چھوٹا نہ سمجھے۔یہ نکتہ سمجھانے کے لیے کہ اب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ادب خدا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنا اسم مبارک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا لیا۔ادب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ادب خدا ہے۔نکتہ سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا اسم مبارک ساتھ ملا لیا۔اگلی آیت میں فرمایا:

جب حضور علیہ السلام سے بات کرو تو اپنی آوازیں اونچی نہ کیا کرو۔یہی ادب آج تک ہے۔آج بھی مسجد نبوی میں جالی مبارک کے ارد گرد قرآن مجید کی تلاوت بھی اونچی آواز میں کرنے کی اجازت نہیں 'لا تعرفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ﷺ' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح بات چیت نہ کرو۔جیسے زور سے آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو بلکہ ادب واحترام اور اچھے الفاظ کے ساتھ پکارو بے ادبی نہ کرو۔

درس توحید

عقیدہ توحید دینِ اسلام کی اساس اور بنیاد ہے، اِس کی صحت کے بغیر انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی محبت اور شفاعت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ توحید تمام عقائد کی جڑ اور اصل الاصول ہے اور اعمالِ صالحہ دین کی فرع ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفاتِ اُلوھیت اور کمالاتِ حقیقیہ سے متصف ہے اور اپنی اُن صفات و کمالات میں یکتا اور واحد و لاشریک ہے۔

اللہ کی تمام صفات اس کی ذاتی، ازلی، ابدی اور قدیم ہیں۔ اللہ کو اس کی صفات کسی اور نے عطا نہیں کیں، بلکہ اس کی ذاتی ہیں، ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، قدیم ہیں حادث نہیں۔ جبکہ مخلوقات میں چاہے کوئی بھی ہو خواہ نبی یا ولی اس کو جو بھی قدرت، اختیار اور صفات حاصل ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ اُن کے پاس یہ صفات ازلی نہیں، کیونکہ جب اللہ نے انہیں پیدا فرمایا اس کے بعد انہیں ان صفات سے متصف فرمایا تو اللہ کے علاوہ مخلوقات میں سے جس کسی کے پاس جو بھی صفت، کمال یا خوبی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے ہے اور حادث ہے۔ اللہ کی صفتیں ذاتی ہیں جبکہ بندے کی عطائی ہیں۔ اللہ کی صفتیں ازلی، ابدی اور قدیم ہیں۔ اللہ کی صفتیں غیر مخلوق ہیں جبکہ بندہ خود بھی اللہ کا پیدا کردہ ہے، اس کی مخلوق ہے اور اس کی صفات بھی عطا کردہ اور مخلوق ہیں۔ اللہ کی صفتیں فنا نہیں ہوسکتیں، ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی، بندے کی صفتیں جائز الفنا ہیں، وہ فنا ہوسکتی ہیں۔

اگر یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفتیں، اولیاء اللہ کی صفتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں، حادث ہیں تو یہ شرک یا برابری نہیں۔

اللہ عزّ وجل سمیع و بصیر ہے۔ ارشاد ہوا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعاً بَصِيراً (بے شک اللہ سننے

والا اور دیکھنے والا ہے) بندے کو بھی اللہ نے یہ صفتیں عطا فرمائی ہیں۔ ارشاد باری ہے *فجعلنٰہ سمیعاً بصیراً* (ہم نے انسان کو سمیع اور بصیر بنایا) سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ دونوں جگہ* سمیع و بصیر * کے الفاظ استعمال ہوئے۔ اللہ سمیع و بصیر ہے ذاتی اور حقیقی اعتبار سے بندہ سمیع وبصیر ہے اللہ کی عطا سے اگر اللہ بندے کو یہ صفات عطا نہ فرماتا تو بندہ سمیع وبصیر نہ ہوتا۔

اللہ کا سمیع وبصیر ہونا ازلی، ابدی اور قدیم ہے غیر مخلوق ہے، جبکہ بندہ کا سمیع وبصیر ہونا حادث ہے، مخلوق ہے اللہ کی عطا سے ہے۔ اللہ کا سمیع و بصیر ہونا اللہ کی شان کے مطابق ہے، لامحدود ہے۔ بندے کا سمیع و بصیر ہونا اُس کی حیثیت کے مطابق ہے، محدود ہے۔ الفاظ ایک ہیں، مگر حقیقت ایک نہیں۔ معلوم ہوا صرف الفاظ کے اطلاق سے، صرف الفاظ کے بولنے سے برابری نہیں آتی جب تک کہ حقیقی مساوات اور برابری مراد نہ ہو۔ یہ بنیادی بات ہے۔

اولیاء اللہ اور غیر اللہ میں فرق

جان لیں کہ ایک ہیں اولیاء اللہ - یہ اللہ کے دوست، اللہ کے مقرب اور محبوب بندے ہیں۔ دوسرے ہیں من دون اللہ جس کے لفظی معنی ہیں غیر اللہ یا اللہ کے سوا۔ یہ حقیقتاً بت ہیں۔ من دون اللہ کی بیشتر آیات بتوں کے حق میں نازل ہوئیں۔ کفار اور مشرکین مکہ ان بتوں کو اپنا حاجت روا مانتے، مشکل کشا گردانتے، انہیں اپنا شفیع جانتے، ان کی پوجا کرتے، ان کو پکارتے۔ اللہ نے رد میں فرمایا:

مالکم من دونہٖ من ولی ولانصیر

اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں

اور فرمایا *مالکم من دونہ من ولی ولاشفیع*
اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا ولی ہے اور نہ ہی شفاعت کرنے والا

من دون اللہ سے مراد ہیں بت تو اللہ نے ان بتوں کی مذمّت میں آیتیں اُتاریں اور فرمایا کہ من دون اللہ کو مت پکارو یہ تمہیں کوئی نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔ یہ تمہیں کیا نفع و نقصان دیں گے یہ تو اپنے اوپر سے مکھی تک نہیں اُڑا سکتے۔ اللہ ان بتوں کے حق میں فرماتا ہے۔الأعراف 194

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ
بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو،

Surely those whom you worship besides Allah are also slaves (of Allah) just like you. So when you call on them, they should answer you if you are true (in making them gods)

اس آیت کا اطلاق انبیاء و اولیا پر کرنے سے بہت سے لوگ گمراہ ہوئے جبکہ آیت بتوں کے بارے میں ہے
کیونکہ اگلی آیت اسبات کو واضح کرتی ہے۔

" کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں یا ان کے آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤ چلو اور مجھے مہلت نہ دو۔"

جبکہ اپنے دوستوں، اولیاء اللہ کی شان میں فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

* جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں *

اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو

اور میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں

اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے

اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے

اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے

اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے

اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔

میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی اس طرح متردد نہیں ہوتا جیسے بندۂ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں۔

اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں۔

لہذا پتہ چلا وہ خصوصیات جو اللہ نے بتوں کے لئے تردید کی اس حدیث میں اللہ چاروں خصوصیات کو اپنے دوستوں اولیاء کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک فرماتا ہے۔

قرآن میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسماء میں اشتراک

رؤف ورحیم

رؤف ورحیم اللہ کے اسمائے حسنیٰ ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(65-الحج)

بے شک خدا لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے

پھر یہی اسمائے حسنیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بیان کیے گئے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

128-التوبۃ

(لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے خواہش مند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں

رؤف کے معنی ہے شفقت کرنے والا، رحیم کے معنی ہیں رحم کرنے والا۔

رؤف اور رحیم کے الفاظ دونوں جگہ ایک ہیں، مگر حقیقت میں بڑا فرق ہے۔اللہ کا رؤف و رحیم ہونا ذاتی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رؤف ورحیم ہونا اللہ کی عطا سے ہے۔اللہ کا رؤف ورحیم ہونا ازلی اور قدیم ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رؤف ورحیم ہونا حادث ہے۔اللہ ہمیشہ سے رؤف و رحیم ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت سے رؤف ورحیم ہیں جب اللہ کی طرف سے یہ صفات عطا فرمائی گئیں۔

الْحَقُّ الْمُبِينُ

يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ
(25-النور)

اس دن خدا ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلہ دے گا اور ان کو معلوم ہوجائے گا کہ خدا برحق (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرمایا

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ (79-النمل)

پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں بیشک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صریح حق پر (قائم اور فائز) ہیں،

الْكَرِيمِ

اللہ ربِ کریم ہے

يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (6-الانفطار)

اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے ربِ کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رسول کریم ہیں:

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ (19-التکویر)

بیشک یہ (قرآن) بڑی عزت و بزرگی والے رسول کا (پڑھا ہوا) کلام ہے،

یعنی اللہ کی عطا سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کریم ہیں۔

ولی

وَ اللهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (68-آل عمران)

اور ایمان والوں کا ولی اللہ ہے،

پھر یہی صفت میں اللہ اپنے ساتھ رسول ﷺ اور ایمان والوں کو جوڑتا ہے کہ یہ بھی ولی ہیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ 55-المآئدۃ

*تمہارا ولی (دوست، مددگار،) تو اللہ اور اس کا رسول اور ایمان دار لوگ ہیں * جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں

مولا

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ-وَ هُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ 150-آل عمران

بلکہ اللہ تمہارا مولی (مددگار) ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے

اب یہاں بھی اللہ نے مولا ہونے میں اپنے ساتھ جبرائیل اور صالح مومنین کو جوڑا فرمایا

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ-4 -التحریم

* بے شک اللہ آپ کا مددگار ہے اور جبرائیل اور صالح مومنین بھی *

قرآن مجید میں اس طرح کے بہت مقامات ہیں جہاں اللہ نے اپنے اسماء اور صفت اپنے محبوب بندوں کو عطا کیا اور اس کے ذکر کو اپنے ساتھ ملایا اور جوڑا۔

اللہ اور رسول ﷺ کے افعال میں اشتراک

قرآن مجید میں سو (100) سے زائد مقامات ہیں جہاں اللہ نے اپنے اور اپنے محبوب کے ذکر کو جوڑا ہے اور برابر رکھا ہے، مگر جدا نہیں کیا۔ اللہ کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ اُس نے عبادت کے علاوہ کوئی مقام ایسا نہیں رکھا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سے جدا کیا ہو۔ صرف عبادت رسول کے لیے نہیں، باقی ہر بات اور حق میں اُس نے محبوب کو اپنے ساتھ

شامل کرلیا ہے۔ محبت، ادب، اتباع، بیعت، اطاعت، قربت، رضا الغرض ہر شے میں شریک کرلیا۔

عطا- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہے۔ 59- التوبۃ

فضل- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ 59- التوبۃ

راضا- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہے۔ 62- التوبۃ

اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے **فضل** سے **غنی** کردیا۔ 74- التوب

انعام- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ 37- الاحزاب

اذیت- رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواذیت اللہ کواذیت ہے۔ 57- الاحزاب

بیعت- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہے۔ 10- الفتح

تعظیم- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہے۔ 9- الفتح

بے ادبی- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہے۔ 1- الحجرات

عزت- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ 8- المُنٰفِقُون

اطاعت- رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ 13- النسآء

دعوت، رجوع- اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔ 61- النسآء

اَموالِ غنیمت کے **مالک** اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ 1- الانفال

مخالفت- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ہے۔ 3- الانفال

جنگ- اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۔ 33- المآئدۃ

عمل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **عمل** خدا ہے۔ 17- الانفال

بلاوا- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک۔ 24- الانفال

اعلان- اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے۔ 3- التوبۃ

حلال وحرام-اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا۔ 29-التوبۃ

اس کے علاوہ اور مقامات پر اللہ نے **فعل** اور **عمل** میں رسول ﷺ کو اپنے ساتھ جوڑا۔ قرآن تو اللہ اور رسول ﷺ کو ایک ساتھ بیان کرتا ہے اور افعال میں جوڑتا ہے مگر بدقسمتی سے ہمارا عالم یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اللہ کے ذکر کے ساتھ کر دیں، اللہ اور رسول کی بات اکٹھی کر دیں تو ہمارے تصورِ توحید میں لرزہ آجاتا ہے۔ ہم کہہ دیتے ہیں کہ رسول کو اللہ کے ساتھ ملا دیا (استغفر اللہ العظیم) یہ بات ذہن نشین رہے کہ رسول کو اللہ کے برابر کرنے کی سوچ کفر و شرک ہے، مگر یہ کہنا کہ رسول کو اللہ کے ساتھ ملا دیا، یہ تصورِ جہالت ہے۔ اس لیے کہ ملایا اُسے جاتا ہے جو پہلے جدا ہو، رب نے تو رسول کو اپنے آپ سے جدا ہی نہیں کیا۔

قرآن اور حدیث جو عقیدہ بتائیں، وہ عقیدہ حق ہے۔ بدقسمتی سے ہم نے اپنے اپنے تصورات گھڑ رکھے ہیں، ہمارے اپنے معیارات ہیں، ہم ان پر ہی قرآن اور حدیث کو ڈھالنا چاہتے ہیں اور قرآن وحدیث پر قاضی بنتے ہیں۔ یاد رکھیں! جو قرآن، حدیثِ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے ثابت ہو وہ عقیدہ لے لیں اور اپنے من گھڑت معیار اور تصورات سے کنارہ کشی کر لیں۔

اللہ کی عطاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مختار کل ہیں

مختارِ کل کی تعریف: اہل اسلام کا ایمان ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی عطا فرماتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی رضا کے مطابق ہوتا ہے، اللہ کا فضل ہی مسلمان کے لئے خزانہ ہوتا ہے۔

مختار کل کا مطلب یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی مرضی کے خلاف جس کو جو چاہیں عطا فرما دیں ، یہ تشریح ان خود ساختہ مفسرین کی ہے جو درِ مصطفیٰ سے اہل ایمان کو ہٹانے کی سازش میں ملوث ہیں۔مختار کل کا مطلب ہے کہ جس کو جو بھی ملتا ہے اللہ کے حکم سے ملتا ہے اور اللہ کا حکم درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی نافذ ہوتا ہے، ملنے کا ذریعہ درِ مصطفیٰ ہی ہے۔

بھر دو جھولی میری یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - قرآن وحدیث کی روشنی میں

تمام اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے تمام فضائل اختیار اور علمی وسعت عطائی من جانب اللہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ عطا

وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ ﴿۱۰﴾

(الضحیٰ-10)

اور (اپنے در کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں،

قرآن کریم کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر کسی سائل کے لیے لا نہیں ہے کسی سائل کو انکار نہیں کیا جائے گا کسی سائل کو خالی نہیں لوٹایا جائے گا۔ یہاں سب کی جھولیاں بھرتی ہیں۔اور یہ حکم جب تک قرآن کریم ہے تب تک کے لئے ہے قیامت تک کے لئے ہے۔

وَ مَا نَقَمُوۡۤا اِلَّاۤ اَنۡ اَغۡنٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِه ۔

ترجمہ: اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

[پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ ۷۴]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی لوگوں کو غنی اور مالدار

فرماتے ہیں اور دوسروں کوغنی وہی کرتا ہے جو خود مالک ومختار ہوتا ہے۔

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

[پارہ ۲۸، سورۃ الحشر ۷]

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بہت کچھ عطا فر سکتے ہیں وہ شریعت کے احکام ہوں یا مال ودولت ہو۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔

ترجمہ: اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ ورسول نے ان کو دیا۔ [پارہ ۱۰، سورۃ التوبہ ۵۹]

اس آیت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عطا کا ذکر ہے۔ تو ہم سنیوں کا عقیدہ کہ حضور مختارِ کل ہیں۔ بعینہٖ قرآن پاک کے مطابق ہے۔

اللہ کی پاک کتاب سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے فضل سے عطا فرماتے ہیں۔ لیکن بدقسمت لوگ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے علیحدہ سمجھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عطا پر شرک کے فتوے لگاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قلتُ : يا رسول الله، إني أسمع منك حديثاً كثيراً فأنساه؟ قال : أبسط، رداء ك، فبسطتُه، قال : فغرف بيديه فيه، ثم قال : ضمه فضممته، فما نسيتُ شيئاً بعده.

”میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیک وسلم سے بہت کچھ سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی چادر پھیلا؟ میں نے پھیلا دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لپ بھر بھر کر اس میں ڈال دیئے اور فرمایا: اسے سینے سے لگا لے۔ میں نے ایسا ہی کیا، پس اس کے بعد میں کبھی کچھ نہیں بھولا۔“

تو یہ کیا ہے نفع ہے کہ نہیں۔ دنیا میں کوئی کسی کو حافظہ دے سکتا ہے، ہرگز نہیں یہ صرف آپ کی شان ہے کہ حافظہ بھی عطا کر دیا۔

انبیاء کرام علیہم السّلام کی بادشاہت اور اختیاراتِ

اللہ جل شانہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ(۱۰) اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۖ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۔ (سورہ السبا:۱۱)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا فضل دیا اور اے پہاڑو! اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور پرندو۔ اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا کہ وسیع زرہیں بنا اور ان کے بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ۔ اور تم سب نیکی کرو بے شک تمہارے کام دیکھ رہا ہوں۔

حضرت داؤد علیہ السلام جب تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے آپ پر جھک آتے اور لوہا آپ کے ہاتھ میں مثل موم کے نرم ہو جاتا اور آپ اس سے جو چاہتے بغیر آگ کے اور بغیر ٹھونکے، پیٹے بنا لیتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ارشاد فرمایا

اور (ہم نے) سلیمان (علیہ السلام) کے لئے تیز ہوا کو (مسخّر کر دیا) جو ان کے حکم سے اس سرزمینِ (شام) کی طرف چلا کرتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں، اور ہم ہر چیز کو

(خوب) جاننے والے ہیں،(81-الانبیآء)

حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے تسخیر جنات عطا فرمائی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے ارشاد فرمایا: وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ: اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق پر پوری کی۔ بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی شان تھی کہ وہ مستقبل کی خبر دے دیتے تھے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا: وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

ترجمہ: اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو مختارِ کل بنایا

اور اس نے مسخر کر دیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے حکم سے بے شک اس (نظام) میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کیا کرتے ہیں (13-الجاثیہ)

اللہ کے ولی کے اختیارات

ارشاد باری تعالیٰ ہے:(قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ ؕ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسۡتَقِرًّا عِنۡدَہٗ قَالَ ہٰذَا مِنۡ فَضۡلِ رَبِّیۡ ۟ ۖ لِیَبۡلُوَنِیۡۤ ءَاَشۡکُرُ اَمۡ اَکۡفُرُ ؕ وَ مَنۡ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشۡکُرُ لِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیۡ غَنِیٌّ کَرِیۡمٌ (۴۰))

ترجمہ: اُس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے آپ کی بارگاہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا (چنانچہ) پھر جب سلیمان نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا: یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو شکر کرے تو وہ اپنی ذات کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ ہے، کرم فرمانے والا ہے۔(پ19، النمل:40)

اللہ کا ولی جسے کتاب کا کچھ علم عطا ہوا اس کے اختیارات اور قدرت کا یہ عالم کہ ہزاروں میل دور سے پلک جھپکنے سے پہلے عظیم وشان تخت حاظر کر دیا تو جسے کتاب کا مکمل علم عطا ہوا اس کی شان وعظمت اور طاقت وقوت واختیارات کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

حقیقت محمدیہ ﷺ

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا (174-النسآء)

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں ذاتِ حق جل مجدہ کی سب سے زیادہ مضبوط، کامل اور واضح) دلیلِ قاطع آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف واضح اور روشن نُور اتار دیا ہے،

قرآنِ حکیم میں معجزہ کے لئے اِستعمال ہونے والا تیسرا لفظ ''بُرْهَانٌ'' ہے۔ برھان ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو فریقِ مخالف کے تمام دلائل سے زیادہ وزنی اور ان پر حاوی ہو اور کسی تنازعہ کا فیصلہ کردینے والی ہو- اللہ تعالیٰ کے وجود، قدرت اور علم کی حتمی دلیل اور واضح ثبوت ہے

اِنِی مِراۃ الرحمٰن مَن رَانی فقَد رَائی الحَق- حدیث

ترجمہ: ”میں رحمان کا آئینہ ہوں جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے حق کو دیکھا“

اس کی چند مثالیں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمائیں جیسا کہ فرمایا

وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

اور جب آپ ﷺ نے (ان پر کنکریاں) پھینکی تھیں تو وہ آپ ﷺ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا سورۃ الفتح - آیت 10

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا

ہاتھ ہے۔

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمال الٰہیہ کے عکس کا پرتو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس سراپا ظہورِ حق کی شان کا حامل تھا اس لیے اس چہرۂ انور کے دیدار کو عین دیدارِ حق قرار دیا گیا، جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من رآني فقد رأى الحق، فإن الشيطن لا يتخيل بي.

1. بخاری، الصحیح، 6: 2568، کتاب التعبیر، رقم: 6596

2. احمد بن حنبل، المسند، 3: 55

3. بیہقی، دلائل النبوہ، 7: 45

''جس نے مجھے دیکھا، اُس نے حق کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن الشيطان لا يستطيع أن يتشبه بي، فمن رآني في النوم فقد رآني.

1. احمد بن حنبل، المسند، 1: 361، 362

2. ترمذی، الشمائل المحمدیہ، 1: 322، رقم: 393

3. ھیثمی، مجمع الزوائد، 8: 272

''بیشک شیطان میری صورت اختیار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا۔''

امام نبہانی، امام احمد بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے حدیث مذکورہ کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

من رآني فقد رأى الحق تعالى.

نبھانی، جواھر البحار، 3: 63

''جس نے مجھے دیکھا یقیناً اُس نے حق تعالٰی کو دیکھا۔''

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی دیکھا، اس لئے کہ ابلیس لعین میری صورت اختیار نہیں کرسکتا اور دوسرے یہ کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ رب العزت کو دیکھا۔

حاجی امداد اللہ، شمائم امدادیہ، 49 : 50

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو جمالِ خُداوندی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اما وجہِ شریفِ وی یا مراٰتِ جمالِ الٰہی است، ومظہرِ انوارِ نامتناہی وے بود۔

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے منور ربِ ذُوالجلال کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ تعالٰی کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔'' محدث دھلوی، مدارج النبوہ، 1 : 5

آئینہ دارِ پرتوِ مہر است ماہتاب
شانِ حق آشکار شانِ محمد است

چاند سورج کے عکس کا آئینہ دار ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان سے اللہ تعالٰی کی شان ظاہر ہے۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست
منعکس دروئے ہمہ خوئے خداست

ترجمہ: حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالٰی کے چہرے کا آئینہ ہیں اور اللہ تعالٰی کی ذات اور ہر صفت ان میں منعکس (ظاہر) ہے۔ رومی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا جو آپ کے سب سے قریبی ساتھی یارِ غار

ان سے فرمایا یاابا بکر والذی بعثنی بالحق لم یعرفنی حقیقة غیر ربی اے ابوبکر! اُس ذات کی قسم، جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (مطالع المسرات، ص 129) مدارج السلوك إلى مالك الملوك، صفحه 290

جیسا کہ حقیقت میں میں ہوں میرے رب کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں

یہ حلیمہ ؓ! بھید کُھلا نہیں، یہ مقام چون و چرا نہیں
تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے، تری بکریاں جو چرا گئے

ڈاکٹر علامہ اقبال کا عقیدہ

ڈاکٹر اقبال جو اندھے عقیدت مند نہیں تھے انتہائی اعلیٰ تعلیم یافتہ۔ جرمنی سے فلسفے میں انہوں نے پی ایچ ڈی کیا اور یہ جو فلاسفر ہوتے ہے یہ بڑے عقلی دلیل والے ہوتے ہیں منطق کے مطابق ہوتے ہیں کسی بات پر آنکھ بند کر کے یقین نہیں کرتے ڈاکٹر اقبال کیا فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم بھی بندے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اللہ نے عبدہ کا لفظ استعمال کیا وہ کہتے ہیں

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر

عبد اور ہے اور عبدہ اور نہیں بلکہ چیز ہی اور۔ جو عبد ہے وہ انتظار میں ہے عبدہ وہ ہے جس کا رب خود منتظر ہے عبد طالب ہے عبدہ مطلوب ہے۔ عبد وہ ہے جو اللہ کی رضا کا خواہاں ہے اللہ نے فرمایا کہ سارے کے سارے میری رضا کے طلبگار ہیں اور عبدہ وہ ہے جس کی رضا کا

خود اللہ کا متلاشی ہے جسے وہ اللہ خود رضی کرتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تُو راضی ہوجائے۔ وَ لَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ۔

کہ آپ کا رب آپ کو اتنا عطا کرے گا اتنا عطا کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اللہ خود اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنا چاہتا ہے تو اقبال فرمایا عبد دیگر عبدہ چیزے دگر۔ ایں سراپا انتظار او منتظر

آگے بڑی پیاری بات فرمائی

کس زسر عبدہ آگاہ نیست

عبدہ جز سر الااللہ نیست

کوئی بھی عبدہ کے راز سے واقف نہیں اقبال فرما رہے ہیں کہ کوئی بھی عبدہ کے راز سے واقف نہیں عبدہ کا راز سوائے الا اللہ کے راز کے کچھ بھی نہیں اب میں شیر کی کیا تشریح کروں الا اللہ کا کیا مطلب ہے مگر اللہ اب وہ کہہ رہے ہیں جو الا اللہ کا راز ہے وہی اس عبدہ کا راز ہے اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہے ہیں کہ کوئی میری حقیقتوں سے آگاہ نہیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہار بھی کر دیا کہ جس نے بھی مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

باطنی علم

یہ علم کتابوں سے نہیں ملتا بلکہ نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ پرانوار سے علم لدنی کے تجلیات وانوارِ اولیائے کرام کے قلوب پر منعکس ہوتے ہیں اور پھر سینہ بہ سینہ یہ اسرار و معارف اہل اللہ حاصل کر کے تشنگان معرفت کے دلوں پر نقش کرتے ہیں۔ اسی باطنی علم کو علم لدنی یا علم طریقت وتصوف کہا جاتا ہے۔

سورہ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے" اور اسے (یعنی خضر علیہ السلام کو) اپنا علم لدنی عطا کیا" (آیت ٦۵)

مفسرین فرماتے ہیں کہ علم لدنی سے مراد وہ باطنی علم ہے جو بغیر الفاظ وعبارت کے محض اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے (بطریق الہام جس کو وحی خفی) بھی کہا جاتا ہے) حاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی باطنی علوم کے حصول میں نمایاں مقام کے حامل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں میں نے غیب بتانے والے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کے دو برتن محفوظ کئے۔ ایک تو تم لوگوں میں پھیلا دیا۔لیکن اگر دوسرا پھیلاؤں تو میری شہ رگ کاٹ دی جائے (بخاری)

علامہ عینی شارح بخاری نے اس حدیث کے تحت فرمایا۔ غالبا پہلے علم سے مراد علم احکام و اخلاق ہےاور دوسرے علم سے مراد علم الاسرار ہے جو نااہلوں سے محفوظ ہےاور اہل معرفت علماء ربانیین کے لئے مخصوص ہے" (مرقاۃ)

علم باطن ہم چومسکہ ، علمِ ظاہرہم چو شیر

کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

ترجمہ: علم باطن مکھن اور علم ظاہر دودھ کی مثل ہے۔جس طرح دودھ کے بغیر مکھن نکالنا ممکن نہیں اسی طرح پیر کے بغیر بزرگی حاصل کرنا ممکن نہیں۔

نورالھدیٰ،ص:34،35،حضرت سلطان باھُو (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)

(اصل) علم وہ ہے جو معلوم (اللہ تعالیٰ) تک پہنچائے اور ہر چیز سے باخبر کردے ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے

العلم حجاب الاکبر

ترجمہ: (ظاہری) علم بہت بڑا حجاب ہے۔

علمے کہ راہ بدوست برد در کتاب نیست
اینہا کہ خواندہ ایم ہمہ در حساب نیست

ترجمہ: دوست (اللہ تعالیٰ) سے ملانے والا علم کتابوں میں نہیں ملتا۔ جو علم ہم نے کتابوں میں پڑھا وہ اس راہ (فقر) میں کسی کام نہیں آتا (اس راہ کا علم مرشد کامل سے بلا واسطہ حاصل ہوتا ہے)۔

ز اہل مدرسہ اسرار معرفت مطلب
کہ نکتہ دان نشد کرم گر کتاب خورد

ترجمہ: معرفت کے رازوں کو مدرسے والوں سے نہ پوچھ کیونکہ کیڑا اگر کتاب کو کھا بھی لے پھر بھی نکتہ دان نہیں بن سکتا۔

عین الفقر۔ تصنیف: حضرت سلطان باھُو (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ)

مدینے کی گلیوں میں رب کو چلتے پھرتے دیکھا

حضرت ابو ہریرہؓ ایک بار مدینہ کی گلیوں میں صدا لگا رہے تھے کہ میں نے مدینے کی گلیوں میں رب کو چلتے پھرتے دیکھا۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ سنا تو انہیں پکڑ کر حضور رسالت مآبؐ کی بارگاہ میں لے گئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ ابو ہریرہؓ دیوانہ ہو گیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اے عمرؓ ابو ہریرہؓ کیا کہتا ہے۔ حضرت عمرؓ عرض کرنے لگے کہ ابو ہریرہؓ کہتا ہے کہ میں نے مدینے کی گلیوں میں رب کو چلتے پھرتے دیکھا۔

آپؐ نے فرمایا "قَالَ صَدَقتَ" کہ یہ سچ کہتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسے؟ تو اللہ کے رسولؐ نے جواب دیا:-

اِنِی مِرآۃُ الرَّحمٰن مَن رَانِی فَقَد رَائ الحَق

”میں رحمان کا آئینہ ہوں جس نے مجھے دیکھا پس تحقیق اس نے حق کو دیکھا۔

بحوالہ:۔ ”تفسیرروح البیان،علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ“ ۲۔”المرآۃ المفاتح کتاب الایمان“

اس کی تائید میں اللہ نے قرآن پاک میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

بیعت رضوان کے موقعہ پر جب آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی تو اللہ نے محبوب پاکؐ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ قرار دیا۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ ٱللَّهَ يَدُ ٱللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَٰهَدَ عَلَيْهُ ٱللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا

سورۃ الفتح۱۰

جولوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو عہد کو توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے۔اور جو اس بات کو جس کا اس نے خدا سے عہد کیا ہے پورا کرے تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا

اس طرح جب آپؐ نے کفار پر پر کنکریاں پھینکی تو اللہ پاک نے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ رَمَىٰ

سورۃ الانفال آیت ۱۷

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اور ہم آج تک نور اور بشر کے مسئلے میں الجھے ہوئے ہیں۔ جبکہ آقا پاکؐ تو مظہرِ خدا ہیں۔ ان کو دیکھنا اللہ پاک کو دیکھنا ہے۔

شانِ فقر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا تم الفقر فھو اللہ

ترجمہ: جب فقر مکمل ہوتا ہے وہی اللہ ہے۔

عین الفقر 51- تصنیف: حضرت سلطان باھُو (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

شانِ فقر کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے حساب کمالات اور اوصاف سے نوازا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی کسی خوبی پر فخر نہیں فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

آ گاہ ہو جاؤ! میں اللہ کا حبیب ہوں لیکن میں فخر نہیں کرتا اور میں قیامت کے دن لواءِ حمد (حمد کا جھنڈا) اٹھانے والا ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، اور میں قیامت کے دن سب سے پہلا شفیع اور سب سے پہلا مشفع ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں اور میں پہلا شخص ہوں گا جو بہشت کے دروازے کی زنجیر ہلائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ وہ مومنین ہوں گے جو فقیر (غریب و مسکین) تھے لیکن مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں، اور اوّلین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرّم و محترم میں ہی ہوں اور مجھے اس پر بھی کوئی فخر نہیں۔'' (ترمذی شریف)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صرف اور صرف فقر پر فخر فرمایا

الفقر فخری والفقر منی

فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

پس معلوم ہوا فقر ایک انتہائی عظیم مرتبہ ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں۔

دنیا میں ہر دور میں ایک "انسانِ کامل" موجود ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا نائب، رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اور امانتِ الٰہیہ کا حامل ہوتا ہے۔لیکن ان تمام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال مبارک سے لے کر قیامت تک سات ہستیاں ایسی ہیں جو سلطان الفقر کے مرتبہ پر فائز ہیں اور اولیائے کرام میں سب سے ممتاز ہیں اور ان کا قدم تمام اولیاء اللہ غوث وقطب کے سر پر ہے۔اس راز سے سب سے پہلے حضرت سخی سلطان باھُو رحمتہ اللہ علیہ نے پردہ اٹھایا۔آپ اپنی مشہورزمانہ تصنیف رسالہ روحی شریف میں ان ارواح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

جان لے جب نورِ احد نے احدیت کے گوشۂ تنہائی سے نکل کر کائنات (کثرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا' تو اپنے حسن کی تجلّی سے جہاں کو رونق بخشی' اِس کے حسنِ بے مثال اور شمع جمال پر دونوں جہان پروانہ وار جل اٹھے اور میم احمدی کا نقاب اوڑھ کر صورتِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اختیار کی پھر جذبات اور ارادت کی کثرت سے سات بار جنبش فرمائی جس سے سات ارواحِ فقراء باصفا فنا فی اللہ' بقا باللہ تصورِ ذات میں محو' تمام مغز بے پوست حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے' اللہ تعالیٰ کے جمال کے سمندر میں غرق آئینہ یقین کے شجر پر رونما ہوئیں۔انہوں نے ازل سے ابد تک ذاتِ حق کے سوا کسی چیز کی طرف نہ دیکھا اور نہ غیرِ حق کو کبھی سنا۔وہ حریمِ کبریا میں ہمیشہ وصال کا ایسا سمندر بن کر رہیں جسے کوئی زوال نہیں۔کبھی نوری جسم کے ساتھ تقدیس و تنزیہ میں کوشاں رہیں اور کبھی قطرہ سمندر میں اور کبھی سمندر قطرہ میں' اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَاللّٰہُ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہیں اللہ ہے) کے فیض کی چادر ان پر ہے۔پس انہیں ابدی زندگی حاصل ہے اور وہ اَلْفَقْرُ لَا یُحْتَاجُ اِلٰی رَبِّہٖ وَلَا اِلٰی غَیْرِہٖ (وہ نہ تو اپنے ربّ کے محتاج ہیں نہ ہی اس کے غیر کے) کی جاودانی عزت کے تاج سے معزز و مکرم ہیں۔انہیں حضرت آدم علیہ السلام

کی پیدائش اور قیامِ قیامت کی کچھ خبر نہیں۔ ان کا قدم تمام اولیاء اللہ غوث وقطب کے سر پر ہے۔ اس راز کو جس نے جانا اس نے ان کو پہچانا۔ اُن کا مقام حریمِ ذاتِ کبریا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ نہ مانگا حقیر دنیا اور آخرت کی نعمتوں حور وقصور اور بہشت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور جس ایک تجلی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے اور کوہ طور پھٹ گیا تھا ہر لمحہ ہر پل جذباتِ انوارِ ذات کی ویسی تجلیات ستر ہزار باران پر وارِد ہوتی ہیں لیکن وہ نہ دم مارتے ہیں اور نہ آہیں بھرتے ہیں بلکہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ وہ سلطان الفقر اور سیّد الکونین ہیں ۔(رسالہ روحی شریف)

معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہوئے جبرائیل علیہ السلام آپ کے آگے آگے پا پیادہ دوڑے عرش سے فرش تک دونوں جہان آراستہ کیے گئے اٹھارہ ہزار عالم کو پیراستہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے لایا گیا اور جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھنے سے رُک گئے اس سارے اہتمام کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نگاہ ذاتِ حق تعالیٰ سے نہ ہٹائی چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰى ترجمہ: بھکی نہیں آپکی نگاہ نہ حد سے بڑھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس تمام اہتمام پر توجہ نہیں دی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سدرۃ المنتہٰی کے مقام پر پہنچے تو وہاں صورتِ فقر کا مشاہدہ کیا اور مراتبِ سلطان الفقر کی لذت سے لطف اندوز ہوئے۔ فقرِ نورِ الٰہی سے باطن کو معمور فرمایا اور قابَ قوسین کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب ووصال سے مشرف ہو کر ذاتِ حق تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے پھر اس سے آگے بڑھ کر مقامِ فقر فنا فی اللہ میں داخل ہوئے ملاقاتِ فقر سے غرق فنا فی اللہ مع اللہ ذات ہو کر رفیقِ فقر ہوئے اور محبت، معرفت، عشق، شوق، ذوق، علم، حلم، جود وکرم

اور خلق سے متخلق ہوئے جیسا کہ فرمایا گیا ہے

تَخَلَّقُوْ ابِاَخْلَاقِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔

ترجمہ: (اپنے اندر اخلاقِ الٰہیہ پیدا کرو)

اس طرح کمال فقر پر پہنچ کر جب سارا دریائے توحید آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود میں جمع ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زبانِ دُرفشاں سے اس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ۔

ترجمہ: فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ (سلطان العارفین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باہو -محک الفقر کلاں)

یہ فخر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مرتبہ سلطان الفقر پر ہی فرمایا ہے اپنی حقیقت پر ہی ناز کیا ہے اپنی حقیقت کے بارے میں آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے:

*مَنْ رَانِیْ فَقَدْ رَا الْحَقْ۔

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا بیشک اس نے حق دیکھا۔

یہ ذات کا نزولِ اوّل یا ظہورِ اوّل ہے اور اسے حقیقتِ محمدیہ اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت احد ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ ہے:

۔ أنا أحمد بلا میم و أنا عرب بلا عین

میں احمد ہوں میم کے بغیر اور میں عرب ہوں عین کے بغیر (الحدیث)

اسی حدیثِ مبارکہ کے متعلق پیر مہر علی شاہؒ لکھتے ہیں:

اسی ویکھ کے صورت دلبر دی، اج بے صورت نوں جان گئے

بنا ع عرب، بنا میم احمد، اسی یار نوں خوب پچھان گئے

حضرت بابا بلھے شاہ رح فرماتے ہیں۔۔۔

احد احمد وچ فرق نہ بُلّھیا ۔
اک رتّی بھیت مروڑی دا

نوٹ یہ کلام باطنی علوم میں سے ہے جو اولیاء کرام اور صوفیاء کرام نے بیان کیا۔ اس کا انکار اور اس پر اعتراض کرنے کے بجائے اللہ سے دعا مانگنی چاہیے کہ اللہ رب العزت ہمیں اس کی سمجھ عطا فرمائے۔

مدد مانگنے یا مدد کرنے کا قرآنی تصور

حضرت عیسی وموسی علیہما السلام کا اللہ کے علاوہ مدد مانگنا۔

قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصاراللہ۔ (سورہ آل عمران آیت 52)

(حضرت عیسی علیہ السلام نے) کہا۔ اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں؟ تو ان کے مخلص ساتھیوں نے عرض کیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں۔۔۔۔

اس آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔ اللہ تعالی کے مقرب نبی براہ راست اللہ سے مانگنے کی بجائے اپنے دوستوں سے مدد مانگ رہے ہیں اور انکے حواری انہیں مدد کا وعدہ بھی دے رہے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج کے توحید پرست حضرات کو انبیائے کرام علیھم السلام سے بھی بڑھ کر توحید کی سمجھ آ گئی ہے کہ انبیائے کرام تو اپنے ساتھیوں سے مدد مانگتے رہے اور اللہ تعالی نے اسے شرک نہ کہا بلکہ امت مسلمہ کے لیے سبق کے طور پر قرآن کا حصہ بنا دیا۔ اور ہمارے توحید پرست حضرات مسلمانوں پر شرک کے فتوے لے کر چڑھ دوڑیں۔

دیوبند کے سب سے بڑے عالم مولانا اشرف علی تھانوی صاحب امداد المشتاق کے صفحہ 44 پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ ''ایک دن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ نظرِ بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے، آپ نے ہمت وتوجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا''

***مولانا تو اللہ ہے* (قرآن)**

اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے، ہمارا مددگار ہے۔سورۂ بقر میں ہے

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما

You are our protector, so give us victory over the disbelieving people.[surah al-Baqarah 2:286]

جبکہ لوگ ہر داڑھی والے کو مولانا کہتے ہیں۔تو یہ شرک ہوا۔انہوں نے مولانا بنائے ہوئے ہیں انہیں چاہیے کہ اب یہ کسی کو مولانا نہ کہیں کیونکہ مولانا تو اللہ ہے اور انہوں نے لاکھوں بنائے ہوئے ہیں! جو اسم اللہ کے لیے آیا لوگ اپنے مولویوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ تو شرک فی الاسماء ہے۔اگر ایسے شرک ہونے لگے تو دُنیا کا کوئی بھی آدمی شرک سے نہ بچے۔ ہر فرقہ کا آدمی مولوی کو مولانا کہتا ہے تو بتائیں شرک سے کون سا فرقہ بچا؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ محض لفظوں کے اطلاق سے شرک لازم نہیں آتا جب تک کہ حقیقی برابری اور مساوات مراد نہ لی جائے۔

قرآن مجید کی کافروں اور بتوں سے متعلق آیات کا انبیاء و اولیا پر اطلاق کرنا خوارج کا شیوہ ہے

قرآنی الفاظ کا عموم ہو یا خصوص، ضروری ہے کہ ان کے استعمال کا اصول اور اسلوب ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ اگر یہ بنیادی پہلو ہی نظر انداز ہو گیا تو اس غلط تفسیر و تعبیر سے گمراہی کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ خوارج و گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق بھی یہی تھا کہ اصل مدعا کو سمجھے بغیر الفاظ کے ظاہری عموم کی بناء پر قرآنی حکم کا ہر جگہ اطلاق کرتے تھے خواہ وہ اطلاق قطعاً غیر موزوں اور غلط ہی کیوں نہ ہوتا۔ خوارج کے بارے میں منقول ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَ قَالَ : إِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں (خوارج کو) بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے: یہ وہ لوگ ہیں جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق اہلِ ایمان پر کرتے ہیں۔

بخاری، الصحيح، كتاب استتابة المرتدين و المعاندين و قتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين، 6: 2539

بظاہر خوارج بڑے نماز روزے کے پابند تھے مگر صرف اپنے آپ کو صحیح مسلمان سمجھتے اور اکابر صحابہ کو کافر و مشرک گردانتے، واجب القتل سمجھتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف مسلح بغاوت کرتے ہوئے خوارج نے عراق کی سرحد پر واقع علاقے حروراء کو اپنا مرکز بنا لیا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ''شرک'' اور ''بدعت'' کے الزامات لگائے، آپ کو کافر قرار دیا اور آپ کے خلاف مسلح بغاوت کر دی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بعد اُمت کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ تھا

Prophet صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم declare while standing Near Graves of Martyrs of Uhad "By Allah, I am not afraid that you will worship others besides Allah after me, but I am afraid that you will compete with each other for(the pleasures of) this world.

Sahih al-Bukhari 4085

خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

(البخاري في الصحيح)

اللہ ہمیں قرآن کریم کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

گزشتہ مطبوعہ کتب





